هفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۷ فروری ۱۹۵۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

محمد بن قاسم (۱)

از جناب اسلم انصاری (ملتانی)

قوم کے افراد کا جب گرم ہوتا ہے لہو　طفلکِ کمزور بھی ہوتا ہے مردِ جنگجو　سوئے ہندوستاں اُٹھا بقوت جستوئے سیلِ رواں　سندھ تھا اس منزلِ مقصود کا پہلا نشاں
ہیچ ہوتا ہے نظر میں اہتمامِ رنگ و بو　کاسۂ سر ہاتھ پہ ہوتا ہے مانندِ سبو　تھا سپہ سالارِ لشکر سولہ سالہ نوجواں　کم سنی تھی چہرۂ بے ریش سے جس کی عیاں

عیش کوشی جنگ کے میدان میں ہوتی ہے بس　وہ مجاہد بن مجاہد وہ نرالا سرفروش
قصر و ایوانِ شہی لگتے ہیں سب مثلِ قفس　داہرانِ دہر کو جس نے کیا حلقہ بگوش

خواب سے بیدار جب ہوتا ہے قوموں کا شعور　سینۂ ہر فرد میں ہوتا ہے قلبِ ناصبور　ہاں محمد ابن قاسم اے شہیدِ انتقام (۱)　اے سرِ خیلِ جہاندارانِ فرخندہ مقام
تیغ کی جھنکار میں ملتا ہے نغموں کا سرور　جنبشِ یک گام میں قلزم بھی ہوتا ہے عبور　سندھ کی تاریخ میں روشن ترین ہے تیرا نام　تیری ہستی آج بھی ہے موجبِ صد احترام

ولولہ اور شوق ہوتا ہے شہادت کیلئے　کیا مٹائیں انقلاباتِ جہاں تیرا نشاں
جان تک دی جاتی ہے اللہ کی طاعت کیلئے　تجھ کو بخشی ہے خدا نے زندگیٔ جاوداں

ہاں مسلماں قوم بھی اک وقت تھی یونہی جواں　تھا اقالیمِ جہاں میں سکۂ مسلم رواں　الوداع آغوشِ طفلی کو ادھر تو نے کہا　اور ادھر تو آشنائے شورشِ میداں ہوا
کانپتے تھے اسکی ہیبت سے زمین و آسماں　دیکھتے تھے جھانک اسکی رفعتوں کو ابرواں　گردشِ گردوں تجھے بھی یاد ہے وہ واقعہ؟　دستِ طفلک اور عنانِ لشکرِ راہِ خدا

آں سوئے افلاک رہتی تھی مسلماں کی نظر　غنچۂ نورستۂ بستانِ ہستی تھا ہنوز
چرخِ نیلی فام تھا اس کیلئے گردِ سفر　زندگانی کے کھُلے جب تجھ پہ اسرار و رموز

تاجدارانِ جہاں تھے ریگ زاروں کے مکیں　جن کے آگے جھک رہی تھی شہنشاہوں کی جبیں　جولیس سیزر پہ روما کو غرور و ناز ہے　اور نپولین کیلئے یورپ کا سرافراز ہے
اک طرف زیرِ قدم افریقہ کی تپتی زمیں　اک طرف تھی سرزمینِ اسپین کی زیرِ نگیں　پر ہمارے فخر کا وہ نقطۂ آغاز ہے　جسکی ہستی عزم و استقلال کا آغاز ہے

اک طرف نظریں لگی تھیں چین کی دیوار پر　یوں تو دنیا میں سکندر اور جم پیدا ہوئے
اک طرف تھی وادیٔ گنگا و جمنا پر نظر　ہاں مگر تجھ سے سپہ سالار کم پیدا ہوئے

(۱) خلیفۂ وقت سلیمان بن عبد الملک نے محمد بن قاسم کو انتقامی جذبہ کے تحت شہید کرا دیا تھا۔

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۳ | ۱۷ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۵۸ء | شمارہ ۶

زرعی اِصلاحات

لاہور کی حالیہ اقتصادی کانفرنس میں جب غذائی مسائل زیر بحث آئے۔ تو زرعی اصلاحات پر مُلک کے اقتصادی ماہرین کی طرف سے زور دیا گیا۔ موجودہ غذائی بحران پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا گیا کہ اگر جاگیرداری نظام کی فی الفور اصلاح نہ کی گئی تو خطرہ ہے کہ مُلک کو ۶۰ء تک موجودہ رقم سے چار گنا زیادہ رقم صرف غذائی درآمد پر خرچ کرنی پڑے گی اور اُس وقت کی معیشت کی زبوں حالی کا اندازہ کرتے ہوئے بھی خوف آتا ہے۔ ہمارے قارئین کرام جانتے ہیں کہ یہ باتیں نئی نہیں ہیں۔ اس سے بیشتر مُلک کے متعدد اقتصادی ماہرین جاگیرداری نظام کے خطرات کی نشان دہی کر چکے ہیں۔ یہی باتیں منصوبہ بندی بورڈ کے پہلے چیئرمین زاہد حسین مرحوم نے کہی تھیں اور یہی باتیں بورڈ کے موجودہ نائب صدر مسٹر سعید حسن کہہ رہے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ گزشتہ دس سال سے ہمارے مُلک پر محض جاگیرداروں کا ہی تصرّف ہے۔ لہٰذا زرعی اصلاحات کی کوئی بیل منڈھے چڑھتی دکھائی نہیں دی۔ بلکہ اُلٹا اصلاحات کا مطالبہ کرنیوالے معتوب ہوئے۔ یہی باتیں زاہد حسین مرحوم نے کیں اور وہ منصوبہ بندی بورڈ سے الگ کر دیئے گئے اور موجودہ وائس چیئرمین مسٹر سعید حسن پر بھی انہی خیالات کی بدولت بزرگانِ اخبارات عتاب نازل ہے۔ اگرچہ مختلف سیاسی پارٹیاں یہاں قیام پاکستان سے حکمرانی کر رہی ہیں اور آئے دن حکومت میں ردّو بدل ہوتا ہے۔ لیکن چُونکہ نظام سلطنت گھوم پھیر کر جاگیرداروں کے تصرف میں رہتا ہے۔ اس لئے اصلاحات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہمارا مُلک پہلے فاضل غلّہ پیدا کرنے میں مشہور تھا۔ بلکہ اس کے پیدا کردہ اناج پر دیگر صوبجات کا دار و مدار تھا۔ لیکن جاگیرداری کی غلط کاریوں کی وجہ سے پہلے تو یہ فاضل گندم پیدا کرنے کے قابل نہ رہا۔ پھر اس کی اپنی کفالت بھی ہاتھ سے گئی۔ اور دیگر ممالک کا دستِ نگر ہو گیا۔ اور اب نوبت باینجا رسید کہ ایک طرف تو اس کے پاس گندم خریدنے کے لئے اپنا سرمایہ ختم ہو رہا ہے۔ اور دُوسرے باہر سے بھی اسے غلّہ ملنا بند ہوتا نظر آ رہا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ حکومت کے ان سربراہوں یگانوں اور بیگانوں پر کسی کی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ جب سب اقتصادی ماہرین کہتے ہیں۔ کہ غذائی قلت کو دُور کرنے کے لیے زرعی اصلاحات ضروری ہیں تو حکومت کیوں فی الفور اس پر عمل نہیں کرتی ہے آئے دن غذائی کانفرنسیں ہوتی ہیں لیکن وہاں بھی زرعی اصلاحات کو عمداً زیر بحث نہیں لایا جاتا۔ حالانکہ مُلک کے اقتصادی نباض اس بارے میں اپنی آرا کا اظہار بارہا کر چکے ہیں۔

جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کو

اندرون مُلک قانون کا احترام کرانے اور بیرون مُلک باوقار جگہ حاصل کرنے کے لئے شمشیر و سنان کی ضرورت ہے اسے طاؤس و رباب میں پھنسا کر تباہ و برباد نہ کریں۔

مصر اور شام کا وفاق

مصر اور شام کی حکومتوں نے دونوں ممالک کے وفاق کے قیام کا فیصلہ کیا ہے دو اسلامی ممالک کے مجوزہ آئینی اتحاد پر بحیثیت ایک مسلمان کے ہمیں خوشی ہے۔ اور ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مصر اور شام کے مسلمانوں کو بہترین حکمران نصیب کرے۔ تاکہ وہاں کے باشندے خوشحالی اور امن کی زندگی بسر کریں۔ اگر یہ اتحاد اسلامی نظریہ کے تحت ہو رہا ہے تو ہمیں خوشی ہے کہ مشرقِ وسطیٰ کے دو اسلامی ممالک یکجا ہو گئے ہیں۔ عربوں کے صیہونی دشمن اس اتحاد سے ضرور خائف ہونگے۔ ہماری تو آرزو ہے۔ جس کا اظہار اسی صفحہ پر شاید پہلے بھی کئی بار کیا جا چکا ہے کہ نہ صرف دو عرب ممالک بلکہ سب کے سب عرب اور مسلم ممالک یکجا ہو جائیں اگر زیادہ نہیں تو کم از کم مشترکہ مفاد کی بنیادوں پر۔ لیکن اتحاد آزادانہ اور اپنی خواہشات کی بنا پر ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بیرونی طاقت انہیں اپنے مفاد کی خاطر استعمال کرنے کے لئے متحد کرے۔ ہمارا اشارہ مصر و شام میں اشتراکیت کے بڑھتے ہوئے رجحان کی طرف ہے۔ کیونکہ ایسا اتحاد نہ صرف عربوں کے اپنے مفاد کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ بلکہ وہ خواہ مخواہ دیگر عالمی قوتوں کی نظروں میں کھٹکنے لگیں گے۔ اور مشرق وسطیٰ کا امن بدستور خطرہ میں رہے گا۔

خیر مقدم

ہم اپنے معزز مہمان جلالۃ الملک ظاہر شاہ والئ افغانستان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ جو ان دنوں پاکستان میں تشریف فرما ہیں۔ پاکستان اُن کے لئے گزشتہ دس سال سے چشم براہ تھا۔ ہماری دُعا ہے۔ کہ انکی تشریف آوری سے دو ہمسایہ اسلامی ممالک کے تعلقات پہلے سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۱۰ر رجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۳۱ر جنوری ۱۹۵۸ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

اللہ تعالیٰ کا اعلان کہ عزت فقط تین ہستیوں میں محدود ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات [۱] انبیاء علیہم السلام [۲] مومنین [۳]۔

برادران اسلام۔ انسان کا یہ فطرتی تقاضا ہے کہ مجھے عزت نصیب ہو اور ہر شخص کی نظر میں ذلت ایک بدترین چیز ہے۔ مثلاً آپ ایک بھنگی کو دیکھیے۔ اگر آپ اُس کی عزت کریں گے تو آپ کو دُعائیں دے گا' اور اگر اسے بُرا بھلا کہیں گے۔ تو اگرچہ بظاہر آپ کو کچھ نہیں کہے گا۔ مگر دل میں آپ سے سخت ناراض ہوگا۔ حتیٰ کہ حیوانات میں بھی عزت اور ذلت کا احساس پایا جاتا ہے۔ مثلاً آپ ایک بلّی سے پیار کریں گے۔ تو وہ آپ کے پاس آکر بیٹھے گی۔ بلکہ بعض اوقات آپ کی گود میں آبیٹھے گی۔ اور اگر آپ اس کو ماریں گے۔ تو آپ کے کھانا کھانے کے وقت پاس نہیں آئیگی بلکہ دُور بیٹھ کر آپ کا مُنہ تکتی رہیگی کہ شائد مجھے بھی کوئی ہڈی مل جائے۔

دو لائنیں

ابتدا ہی سے دُنیا میں دو لائنیں چلی آرہی ہیں ایک رحمانی جس کے علمبردار انبیاء علیہ السلام اور ان کے جانشین ہوتے ہیں۔ دُوسری شیطانی جس کے چلانیوالے شیاطین الانس والجن ہوتے ہیں۔ یعنی انسانوں اور جنوں میں سے جو شیطان سیرت ہوتے ہیں۔ وہ اس لائن پر چلنے کی دعوت دیتے رہتے ہیں۔

شیطانی لائن والے عزت حاصل کرنیکے مندرجہ ذیل طریقے بتلائیں گے

۱

اگر سرمایہ داری کا شائق ہے تو اسے کہیں گے کہ تم زیادہ سے زیادہ سرمایہ جمع کرنے کی کوشش کرو۔ جتنے زیادہ سرمایہ کے مالک ہو جاؤگے۔ اتنی ہی تمہاری عزت بڑھ جائے گی۔

مثلاً قارون

ایمان اور عمل صالح کی بجائے دولت ہی کو عزت کا باعث خیال کرتا ہے۔ اسی جرم کی پاداش میں غرق کر دیا گیا تھا۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ

سورۃ القصص ع ۸ پ ۲۰۔ ترجمہ بیشک قارون موسےٰ کی قوم میں سے تھا۔ پھر ان پر اکڑنے لگا۔ اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیئے تھے کہ اس کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اُٹھانی مشکل ہوتیں۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا۔ اترا مت بیشک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حاشیہ

اکثر مفسّرین کا یہ خیال ہے کہ مفاتح سے مراد کنجیاں ہی ہوں۔ یعنی مال کے صندوق اتنے تھے۔ جن کی کنجیاں اُٹھاتے ہوئے کئی زور آور آدمی تھک جائیں۔

(وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝

سورۃ القصص ع ۸ پ ۲۰ ترجمہ اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے۔ اس سے آخرت کا گھر حاصل کر۔ اور اپنا حصّہ دنیا میں سے نہ بھُول۔ اور بھلائی کر۔ جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اور مُلک میں فساد کا خواہاں نہ ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حاشیہ

یعنی اللہ نے تمہیں مال اس لئے دیا ہے۔ کہ اس سے آخرت کا توشہ بنالے۔ جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ نیکی کی ہے۔ کہ اتنی دولت دی ہے تو بھی نیکی کر۔ یعنی اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر۔ خدا کے پیغمبر موسےٰ علیہ السلام کی مخالفت نہ کر اور ملک میں فساد نہ پھیلا۔

(قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ)

سورۃ القصص ع ۸ پ ۲۰ ترجمہ۔ کہا یہ تو مجھے ایک ہُنر سے ملا ہے جو میرے پاس ہے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی اُمتیں جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں زیادہ تھیں ہلاک کر ڈالی ہیں۔ اور گناہگاروں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پُوچھا نہیں جائے گا۔

حاشیہ

قارون نے کہا مجھے اپنی لیاقت اور قابلیت پر یہ دولت حاصل ہوئی ہے۔ کیا یونہی بیٹھے بٹھائے بے محنت مال مل گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے حکم اور تمہارے مشورے کے موافق خدا کے نام پر خرچ کر ڈالوں۔ کیا اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس سے پہلے کتنی جماعتیں اپنی شرارت اور سرکشی کے باعث تباہ کی جا چکی ہیں۔ جن کے پاس بادشاہیاں بھی تھیں اور اس سے زیادہ خزانوں اور لشکروں کے مالک تھے۔ عذاب دینے کے لئے ان ظالموں سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے سب گناہ معلوم ہیں۔ فرشتوں نے سب لکھے ہوئے ہیں۔ ہاں بطور ڈانٹنے کے کسی وقت ان سے سوال کیا جائے تو ممکن ہے

(فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۖ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ سورۃ القصص رکوع ۸ پ ۲۰۔ ترجمہ۔ پھر اپنی قوم کے سامنے اپنے ٹھاٹھ سے نکلا۔ جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے۔ کہنے لگے اے کاش ہمارے لئے بھی ویسا ہی ہوتا۔ جیسا کہ قارون کو دیا گیا ہے۔ بیشک وہ بڑے

نصیب والا ہے

حاشیہ

یعنی زرق برق والا لباس پہن کر بہت نوکروں چاکروں کے ساتھ بڑی ٹیپ ٹاپ سے نکلا۔ جسے دیکھ کر دنیا داروں یعنی دنیا کے طالبوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ کہنے لگے کاش ہم بھی دنیا میں ایسی ترقی اور عروج حاصل کرتے جو قارون کو حاصل ہے۔ یہ بڑا ہی خوش قسمت ہے۔

(وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ○ سورۃ القصص ع پ ۲۰

ترجمہ۔ اور علم والوں (یعنی سمجھ دار لوگوں) نے کہا۔ تم پر افسوس ہے۔ اللہ کا ثواب بہتر ہے۔ اس کے لئے جو ایمان لایا اور نیک کام کیا۔ مگر صبر کرنے والوں کے سوا وہ نہیں ملا کرتا۔

حاشیہ

یعنی سمجھ دار لوگوں نے بے سمجھوں کو سمجھایا کہ اس ناپائیدار چمک، دمک میں کیا رکھا ہے جو تمہارے منہ میں پانی آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو اس کے ہاں جو دولت ملنے والی ہے۔ اس کے سامنے یہ سب کچھ ہیچ ہے۔ اے لوگو۔ دنیا سے آخرت کو بہتر وہی لوگ جانتے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے وعدوں پر صبر کرنے والے ہیں۔ اور بے صبر لوگ دنیا کے لالچ کو پسند کرتے ہیں بے سمجھ آدمی دنیا کی خوشحالی کو دیکھ کر سمجھتے ہیں۔ کہ یہ شخص بڑا ہی خوش قسمت ہے۔ حالانکہ بالفرض اگر دنیا کی چند روزہ زندگی میں آرام بھی پا لیا اور مرنے کے بعد ہزارہا برس بلکہ کبھی ختم نہ ہونے والی زندگی کا عذاب لے لیا تو یہ آرام کس کام کا ہے۔

(فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۤ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ○) سورۃ القصص ع پ ۲۰

ترجمہ۔ پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ پھر اس کی ایسی کوئی جماعت نہ تھی جو اسے اللہ سے بچا لیتی اور نہ وہ خود بچ سکا۔

حاشیہ

یعنی نہ کوئی دوسرا اس کی مدد کو پہنچا اور نہ وہ کسی کو بلا سکا

(وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ○) سورۃ القصص ع ۸ پ ۲۰

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جو کل اس کے مرتبہ کی تمنا کرتے تھے۔ آج صبح کو کہنے لگے کہ ہائے شامت اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے۔ روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔ اگر ہم پر اللہ کا احسان نہ ہوتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ ہائے کافر نجات نہیں پا سکتے۔

حاشیہ

یعنی جو لوگ قارون کی ترقی کو دیکھ کر کل یہ تمنا کر رہے تھے کہ کاش ہم کو بھی ایسا عروج حاصل ہوتا۔ آج اس کا یہ بُرا انجام دیکھ کر کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے۔ اب ان کو ہوش آیا کہ کسی کی دنیاوی ترقی اور عروج کو دیکھ کر بھی یہ فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں وہ عزت و وجاہت رکھتا ہے۔ یہ دولت کسی انسان کے مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کا معیار نہیں بن سکتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ جس پر مناسب خیال کرے روزی کے دروازے کھول دے۔ اور جس پر چاہے تنگ کر دے مال و دولت کی فراخی مقبولیت اور نیک انجام ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات اس کا نتیجہ تباہی اور ابدی ہلاکت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

عبرت

دولتمند ہونے سے آدمی معزز نہیں ہوتا۔

اللہ تعالےٰ نے سارے قرآن مجید میں سوائے قارون کے اور کسی شخص کا نام لے کر اتنا بڑا دولتمند ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ جس کی دولت کی اللہ تعالیٰ بھی تعریف کرے اور پھر اللہ تعالےٰ اسے اپنی دولت سمیت زمین میں دھنسا دے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے وجود سے تو ناراض تھا۔ بلکہ اس کے کمائے ہوئے روپے پر بھی خداوند تعالیٰ کا اتنا غضب تھا کہ اس کو بھی اس مردود کے ساتھ ہی غرق کر دیا۔ تاکہ اس خبیث کی کمائی کا کوئی پیسہ کسی اللہ کے نیک بندے کے کام نہ آئے۔

لہٰذا

اے مال و دولت کو مقصود بنانیوالے مردو اور عورتو۔ قارون کے واقعہ سے عبرت حاصل کرو۔ تم داماد ایسا تلاش کرتے ہو جو دولتمند ہو۔ اگر دولتمند نہ ہو تو آج کل ایسا ذریعہ اختیار کیا ہوا ہو۔ جس سے بہت زیادہ دولت کما کر لاتا ہو اور گھر میں بہو ایسی لانا چاہتے ہو۔ جس کا باپ دولتمند ہو۔ تاکہ تمہیں بہو باپ کے ہاں سے بہت زیادہ جہیز لا کر دے۔

سُنو اور کان کھول کر سُنو

ممکن ہے کہ تمہارے داماد کے ہاں جو دولت ہے۔ اس میں حرام کی کمائی کا روپیہ شامل ہو۔ یا اب اس نے کمائی کا جو ذریعہ اختیار کیا ہوا ہے۔ اس میں حرام کی کمائی کا روپیہ اس کے ہاں آتا ہو۔ جس پر تم فریفتہ ہو رہے ہو۔ مثلاً آج کل کے ملازمین کی طرح سو روپیہ مشاہرہ ہے اور سات آٹھ سو روپیہ رشوت کا ماہوار جمع کر کے گھر میں لاتا ہے۔ تم بڑے خوش ہو کہ لڑکی کی زندگی بڑی آسودہ حالی سے گزرے گی لیکن اگر تمہاری لڑکی نے اس حرام کے مال سے تربیت پا کر زندگی بسر کی تو

اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا

اس اعلان کا شرعی ثبوت بھی سن لو۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهٖ (رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہشت میں وہ گوشت نہیں جائے گا جو حرام کے مال سے پیدا شدہ ہوگا۔ اور ہر وہ گوشت جو حرام کے مال سے پیدا شدہ ہوگا۔ اسے آگ (اپنے اندر) سمیٹنے کی مستحق ہے۔

آخری نتیجہ

قارون کے واقعہ سے آخری نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں دولتمند ہونا کوئی عزت کا معیار نہیں ہے۔ اگر یہ عزت کا معیار ہوتا تو قارون کو ایسی ذلت کی موت سے ہلاک نہ کیا جاتا۔ حالانکہ وہ موسےٰ علیہ السلام کی قوم کا آدمی تھا۔ مگر اسے گور و کفن بھی نصیب نہیں ہوا۔

۲

شیطانی لائن والے عزت حاصل کرنے کے لئے کبھی مندرجہ ذیل دو چیزوں کی طرف انسان کی طبیعت کو متوجہ کرتے ہیں اگر اس کے دماغ میں حکومت حاصل کرنے کا جنون ہے۔ تو بادشاہی کو اپنی عزت کا انتہائی معیار قرار دے گا۔ اور اگر زمینداری

شائق ہے تو اپنی عزت کا ذریعہ زمین کے زیادہ سے زیادہ رقبہ پر قبضہ جمانا اپنی زندگی کا نصب العین بنائے گا۔ اور مقصد تخلیق انسان ایمان اور عمل صالح کو نظر انداز کر دے گا۔ اور اپنی دھن میں ایسا غرق ہو گا کہ اللہ تعالےٰ اس کو ان دونوں (حکومت اور ملکیت زمین کی ہوس) بیماریوں سے شفایاب کرنے کے لئے ہر روحانی طبیب (پیغمبر یا اس کا نائب) بھجوائے گا۔ یہ شخص اس ہادی کو اپنا دشمن خیال کرے گا۔ اور اس کی اصلاح کو قبول نہیں کرے گا۔ نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ ہادی کی تشریف آوری کے باعث اس پر اتمام حجت تو ضرور ہو جائے گا تاکہ قیامت کے دن یہ عذر نہ کر سکے۔ (ربنا ما جاءنا من نذیر) اے ہمارے رب ہماری طرف تو ڈرانے والا آیا ہی نہیں تھا۔ اور یہ شخص دنیا سے ذلت کی موت سے مرے گا۔ اور آخرت میں جہنم رسید ہوگا۔

فرعون انہیں دو امراض کا مریض تھا

اگر بادشاہی یا زیادہ سے زیادہ زمین کے رقبہ پر قبضہ ہوتا۔ بارگاہ الٰہی میں عزت کا موجب ہوتا تو فرعون غرق نہ کیا جاتا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں فرعون کو حاصل تھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان دونوں چیزوں سے تہیدست تھے۔ مگر دونوں کے تصادم کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالےٰ فرعون کو مع لشکر کے بحیرہ قلزم میں غرق کرتا ہے اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کو مع اپنی قوم کے بحیرۂ قلزم سے بخیر و خوبی پار کر دیتا ہے۔

نتیجہ

اس واقعہ سے باآسانی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نظر میں ایمان اور عمل صالح کی جو قیمت اور عزت ہے۔ وہ بادشاہی یا زمینداری کی نہیں ہے۔

اس مغرور و متکبر کی داستان

موجودہ وقت کے سرکاری عہدہ داری یا زمینداری کے نشہ میں جو مخمور ہیں۔ ان کی اصلاح کے لئے قرآن مجید سے پیش کی جاتی ہے تاکہ مذکور الصدر دونوں قسم کے لوگوں کو پیغام حق پہنچ جائے۔ تاکہ قیامت کے دن یہ عذر نہ پیش کر سکیں کہ اے اللہ ہمیں تو تیرے کسی بندے کے ذریعے سے تیرا پیغام پہنچا ہی نہیں تھا۔

(وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ○ سورۃ الزخرف رکوع ۵ پ ۲۵) ترجمہ۔ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے امرائے دربار کی طرف بھیجا تھا سو اس نے کہا کہ میں پروردگار عالم کا رسول ہوں۔ پس جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا۔ تو وہ اس کی ہنسی اڑانے لگے

دراصل رب العالمین پر ہنسی اڑا رہے ہیں

چونکہ فرعون کے یہ دو دعوے ہیں۔ پہلا (یٰٓاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ ج سورۃ القصص رکوع ۴ پ ۲۰) ترجمہ۔ اے سردارو میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا کوئی اور معبود ہے۔ دوسرا (فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی) سورۃ النزعٰت آیات ۲۴ ع ۱ پ ۳۰ ۔ پھر کہا کہ میں تمہارا سب سے برتر رب ہوں۔ فرعون کے ان دونوں دعووں کو اس کے دربار کے امراء بھی تسلیم کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے رسول رب العالمین کا لفظ سن کر ہنسی اڑا رہے ہیں۔ کیونکہ وہ فرعون کے سوا اور کسی خدا سے روشناس ہی نہیں ہیں۔

(وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ○) سورہ الزخرف رکوع ۵ ۔ پ ۲۵ ۔

ترجمہ اور ہم ان کو جو کوئی نشانی دکھاتے تھے تو ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تاکہ وہ باز آ جائیں۔

پہلی سے بڑی

کا مطلب یہ ہے کہ ایک سے ایک بڑھ کر اپنی قدرت کا نشان اور موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا دکھایا اور آخر وہ نشان بھیجے۔ جو ایک طرح کے عذاب کا رنگ اپنے اندر رکھتے تھے۔ جن کا ذکر سورہ اعراف میں گزرا ہے۔ (فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ قف فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ○) سورۃ الاعراف رکوع ۱۶ پ ۹ ۔ ترجمہ پھر بھیجے ان پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون یہ سب کھلے کھلے معجزے بھیجے۔ پھر بھی انہوں نے تکبر ہی کیا۔ اور یہ لوگ گنہگار تھے۔

جب عذاب نازل ہوتا تو فرعون موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کرتا

آپ کی دعا سے آپ کا رب یہ عذاب ہٹا دے تو ہم تیری بات کو مان لیں گے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے۔ (وَقَالُوْا یٰٓاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ج اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ○) سورۃ الزخرف رکوع ۵ ۔ پ ۲۵ ۔ ترجمہ۔ اور انہوں نے کہا اے جادوگر اپنے رب سے ہمارے لئے اس عہد سے جو تجھ سے اس نے کیا ہے۔ دعا کر ہم ضرور راہ راست پر آ جائیں گے۔

فرعون ہمیشہ بدعہدی کرتا رہا

(فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ○) سورۃ الزخرف رکوع ۵ پارہ ۲۵

ترجمہ:۔ پھر جب ہم ان سے عذاب ہٹا لیتے تو اسی وقت عہد کو توڑ دیتے۔

فرعون کا اپنی ملوکیت اور ملکیت کا متکبرانہ اعلان

(وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ج اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○) سورہ الزخرف رکوع ۵ پ ۲۵ ۔ ترجمہ۔ اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کر کے کہہ دیا۔ اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کی بادشاہت نہیں۔ اور کیا یہ نہریں میرے محل کے نیچے سے نہیں بہ رہیں۔ پھر تم کیا نہیں دیکھتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین

ملوکیت کے غرور میں آ کر حضرت موسیٰ کی توہین کرتا ہے۔ (ام انا خیر من هٰذا الذی هو مهین ۵ ولا یکاد یبین ○) سورۃ الزخرف رکوع ۵ پ ۲۵ ۔ ترجمہ:۔ کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں جو ذلیل ہے اور صاف بات بھی نہیں کر سکتا۔

توہین کا باعث

یہ بیان کر رہا ہے کہ موسےٰ علیہ السلام کے پاس نہ روپیہ نہ حکومت۔ نہ عزت۔ نہ کوئی ظاہری کمال۔ یہاں تک کہ بات بھی دلکنت کے باعث)

صاف بھی نہیں کر سکتا۔
فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْجَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ) سورۃ الزخرف رکوع ۵ پ ۲۵ ترجمہ: پھر اس کے لئے سونے کے کنگن کیوں نہیں اُتارے گئے۔ یا اس کے ہمراہ فرشتے پرے باندھے ہوئے آئے ہوتے

بغاوت کا نتیجہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سالہا سال کی تبلیغ کے مقابلہ میں فرعون کے مغرورانہ اور متکبرانہ اعلانات اور بغاوت کا نتیجہ یہ نکلا (فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ) (سورۃ الزخرف رکوع ۵ پارہ ۲۵ – ترجمہ پس جب انہوں نے ہمیں غصّہ دلایا۔ تو ہم نے اُن سے بدلہ لیا۔ پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ پھر ہم نے انہیں گئے گزرے اور پیچھے آنے والوں کے لئے کہاوت بنا دیا۔

فرعون کو عذاب الٰہی سے بچانے کیلئے نہ ملوکیت کام آئی اور نہ ملکیت کام آئی

فرعون کی مع لشکر کی غرقابی کے واقعہ سے یہ نتیجہ بآسانی نکل سکتا ہے کہ اصلی سچّی اور کھری عزّت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے دربار سے کسی کو ملے۔ اگر بادشاہی اصلی عزت کا باعث ہوتی تو فرعون جیسا جابر بادشاہ اس ذلّت سے نہ مرتا۔ اور ابدی ذلت (دوزخ) کا تمغہ لے کر دنیا سے نہ جاتا

تین سو میل مربع میں سینکڑوں باغات کے مالک زبردست عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر تباہ ہو گئے

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ ۥ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ۝ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝) سورۃ السبا رکوع ۲ پ ۲۲ – ترجمہ: بے شک قوم سبا کے لئے ان کی بستی میں ایک نشان تھا۔ دائیں اور بائیں دو باغ۔ (ہم نے کہا) اپنے رب کی روزی کھاؤ۔ اور اس کا شکر کرو۔ عمدہ شہر رہنے کو اور بخشنے والا رب (اس سے بڑھ کر خوشحال زندگی بسر کرنے کی اور کون سی عمدہ صورت ہو سکتی تھی) پھر انہوں نے (اپنے رب کی) نافرمانی کی۔ پھر ہم نے ان پر سخت سیلاب بھیج دیا۔ (جس سے پھلدار اور خوشبودار درخت سب تباہ ہو گئے) اور ہم نے ان کے دونوں باغوں کے بدلے میں دو باغ بدمزہ پھل کے اور جھاؤ کے اور کچھ تھوڑی بیریوں کے بدل دیئے۔ (اللہ تعالیٰ کی ناشکری کا یہ نتیجہ نکلا۔ بیشک یہ سچ ہے۔ جو اپنے فضل سے انسان کو سب کچھ مفت دے سکتا ہے۔ وہ غصّہ میں آئے تو سب کچھ واپس لینے پر بھی قادر ہے) یہ ہم نے ان کی ناشکری کا بدلہ دیا اور ہم ناشکروں ہی کو بُرا بدلہ دیا کرتے ہیں (یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اگر انسان چشم بصیرت کھول کر دیکھے تو آج بھی یہی ہو رہا ہے)۔ اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی۔ بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے جو نظر آتے تھے (یعنی گاؤں اتنے قریب قریب تھے کہ ایک تک پہنچیں تو اگلا نظر آنے لگتا تھا۔) اور ہم نے ان میں منزلیں مقرر کر دی تھیں۔ ان میں راتوں اور دنوں کو امن سے چلو۔ (یعنی کسی چور یا ڈاکو کا خطرہ نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ آبادیاں بالکل قریب قریب تھیں) پھر انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہماری منزلوں کو دُور دُور کر دے۔ اور انہوں نے (اس سوال کرنے میں) اپنی جانوں پر ظلم کیا سو (اس ظلم نافرمانی اور اللہ تعالےٰ سے بغاوت کے باعث) ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا۔ اور ہم نے انہیں پورے طور پر پارہ پارہ کر دیا۔ بیشک اس (واقعہ) میں ہر ایک صبر شکر کرنیوالے کے لئے نشانیاں ہیں۔

مذکور الصدر قوم سبا کا تفصیل وار واقعہ

یہ قوم بڑے عیش و رفاہیت اور خوشحالی اور فارغ البالی کے بعد کفر اور ناشکری کے باعث تباہ کی گئی ہے۔

یہ قوم یمن کی بڑی دولتمند اور ذی اقتدار قوم تھی جو صدیوں تک بڑے جاہ و جلال سے ملک پر حکومت کرتی رہی۔ انہی میں ایک وہ ملکہ تھی (بلقیس) جس کا حضرت سلیمانؑ کی بارگاہ میں حاضر ہونا سورہ نمل میں مذکور ہے۔ انکی آبادی سے لے کر باغوں کے دو طویل سلسلے داہنے اور بائیں میلوں تک چلے گئے تھے۔ اگر سمجھتے تو خدا کی رحمت اور قدرت کی یہی نشانی ایمان لانے اور شکر گزار بننے کے لئے کافی تھی۔ گویا وہ نشانی زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو۔ اور اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرو۔ کفر و عصیان اختیار کر کے ناشکرے مت بنو – یا جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے۔ انبیاءؑ کی زبانی اللہ تعالےٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہوگی۔

مصنف ارض القرآن

سبا کی عمارتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "اسی سلسلۂ عمارات میں ایک چیز بند آب ہے۔ جس کو عرب حجاز "سد" اور عرب یمن "عرم" کہتے ہیں

عرب کے ملک میں کوئی دائمی دریا نہیں۔ پانی پہاڑوں سے بہ کر ریگستانوں میں خشک اور ضائع ہو جاتا ہے۔ زراعت کے مصرف میں نہیں آتا۔ "سبا" مختلف مناسب موقعوں پر پہاڑوں اور وادیوں کے بیچ میں بڑے بڑے بند باندھ دیتے تھے کہ پانی رُک جائے اور بقدر ضرورت زراعت کے کام میں آئے۔ مملکت "سبا" میں اس طرح کے سینکڑوں بند تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور "سد مارب" ہے۔ جو ان کے دارالحکومت "مارب" میں واقع تھا۔ شہر مارب کے جنوب میں داہنے بائیں دو پہاڑ ہیں۔ جن کا نام کوہ ابلق ہے۔ سبا نے ان دو پہاڑوں کے بیچ میں تقریباً ۸۰۰ قبل مسیح میں "سد مارب" کی تعمیر کی تھی۔ یہ سد تقریباً ایک سو پچاس فٹ لمبی اور پچاس فٹ چوڑی ایک دیوار ہے۔ اس کا اکثر حصہ تو اب افتادہ ہے تاہم ایک ثلث دیوار اب بھی باقی ہے۔ "ارناڈ" ایک یورپین سیاح نے اس کے موجودہ حالات پر ایک مضمون فرنچ ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں لکھا ہے اور اس کا موجودہ نقشہ بنایا

عمدگی سے تیار کیا ہے۔ اس دیوار پر جابجا کتبات ہیں وہ بھی پڑھے گئے۔ اس سد میں اوپر نیچے بہت سی کھڑکیاں تھیں جو حسب ضرورت کھولی اور بند کی جا سکتی تھیں۔ "سد" کے دائیں بائیں مشرق و مغرب میں دو بڑے دروازے تھے۔ جن سے پانی تقسیم ہو کر چپ و راست کی زمینوں کو سیراب کرتا تھا۔ اس نظام آب رسانی سے چپ و راست دونوں جانب اس ریگستانی اور شور ملک کے اندر تین سو میل مربع میں سینکڑوں کوس تک بہشت زار تیار ہو گئے تھے۔ جس میں انواع و اقسام کے میوے اور خوشبودار درخت تھے۔ قرآن کریم جنتان عن یمین و شمال کہہ کر ان ہی باغوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یونانی مورخ "اگاتھر شیدس" جو ۱۴۵ قبل مسیح میں "سبا" کا معاصر تھا۔ بیان کرتا ہے۔ سبا عرب کے سرسبز و آباد حصہ میں رہتے ہیں۔ جہاں بہت اچھے اچھے بیشمار میوے ہوتے ہیں۔ دریا کے کنارے جو زمین ہے اس میں نہایت خوبصورت درخت ہوتے ہیں۔ اندرون ملک میں بخورات۔ دارچینی اور چھوارے کے نہایت بلند درختوں کے گنجان جنگل ہیں۔ اور ان درختوں سے نہایت شیریں خوشبو پھیلا کرتی ہے۔ درختوں کے اقسام کی کثرت و تنوع کے سبب سے نام و وصف مشکل ہے۔ جو خوشبو اس میں اڑتی ہے۔ وہ جنت کی خوشبو سے کم نہیں۔ اور جس کی تعریف لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتی۔ جو اشخاص زمین سے دور ساحل سے گزرتے ہیں۔ وہ بھی جب ساحل کی طرف سے ہوا چلتی ہے۔ تو اس خوشبو سے محظوظ ہوتے ہیں۔ وہ گویا آبحیات کا لطف اٹھاتے ہیں۔ اور یہ تشبیہ بھی اس کی قوت و لطافت کے مقابل میں ناقص ہے۔ آرٹی میڈروس جو "سبا" کے عہد آخر میں تھا لکھتا ہے۔ "سبا کا بادشاہ اور اس کا ایوان "مارب" میں ہے۔ جو ایک پر اشجار پہاڑ پر عیش و مسرت میں واقع ہے۔ غرض باعتبار سرسبزی، خوشحالی، سامان عیش اور اعتدال آب و ہوا کے مارب اسی کا مصداق تھا۔ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ۔ "رب غفور" سے ادھر اشارہ کر دیا۔ کہ اپنی طرف سے شکرگزار ہو۔ اگر بمقتضائے بشریت کچھ تقصیر رہ جائے گی تو اللہ تعالیٰ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسا سخت نہیں پکڑتا۔ اپنی مہربانی سے معاف فرما دیگا۔ اس کی نعمتوں کا شکر کما حقہٗ کس سے ادا ہو سکتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تحریر فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا عذاب بھیجے۔ گھونس پیدا ہوئی۔ اس پانی کے بند میں۔ اس کی جڑ کرید ڈالی۔ ایک بار پانی نے زور کیا بند کو توڑ ڈالا وہ پانی عذاب کا تھا۔ جس زمین پر پھر گیا۔ کام سے جاتی رہی۔ کہتے ہیں کہ بند ٹوٹنے کی پیشینگوئی ایک کاہن نے کی تھی۔ اس پر بہت لوگ وطن چھوڑ کر ادھر ادھر چلے گئے۔ جو باقی رہے انہیں ان باغوں کے بدلہ نکمی اور کڑوی کسیلی چیزیں ملیں۔

موجودہ زمانے والوں کے لئے عبرت

موجودہ دور کے تمام انسانوں بالخصوص مغرور اور بے دین زمینداروں کے لئے قوم سبا کا واقعہ عبرتناک ہے کہ ایسے باغات کے مالک ہونے اور ایسے خوشحال ہونیکے باوجود جب اللہ تعالیٰ سے بغاوت کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسا ذلیل کیا معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑے زمیندار ہو جانے سے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عزت حاصل نہیں ہوتی۔ ورنہ قوم سبا کے بڑے بڑے زمینداروں پر یہ تباہی نہ آتی۔

اللہ جل شانہٗ کا اعلان

کہ عزت فقط تین ہستیوں میں محدود ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات[1] ۔ انبیاء علیہم السلام[2] ۔ مومنین[3]
(يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۚ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ٥)
سورہ المنافقون رکوع ۱ پ ۲۸ ۔ ترجمہ۔ وہ (منافق) کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو اس میں سے عزت والا ذلیل کو ضرور نکال دے گا اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین ہی کے لئے ہے

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہے کہ عزت فقط تین ہستیوں میں محدود ہے۔

اول نمبر عزت اللہ تعالیٰ کی ہے

اس کا سبب ملاحظہ ہو
(قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ٥) سورہ آل عمران رکوع ۳ پ ۳۔

ترجمہ۔ تو کہہ اے اللہ بادشاہی کے مالک جسے تو چاہتا ہے۔ سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے۔ سلطنت چھین لیتا ہے جسے تو چاہتا ہے۔ عزت دیتا ہے اور جسے تو چاہے ذلیل کرتا ہے۔ سب خوبی تیرے ہاتھ میں ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے

لہٰذا

جب اللہ تعالیٰ ہی سارے جہان کا مالک ہے۔ لہٰذا عزت تو اس کی لونڈی ہے۔ وہ تو خود عزت بانٹنے والا ہے۔ اس لئے سب معززین میں سے نمبر اول عزت اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے

اللہ تعالیٰ کے بعد معززین میں انبیاء علیہم السلام اور مومنین کا شمار

(اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ٥)
سورہ المومن۔ رکوع ۶ پ ۲۴ ۔ ترجمہ: ہم اپنے رسولوں اور ایمانداروں کے دنیا کی زندگی میں بھی مددگار ہیں اور اس دن بھی جبکہ گواہ کھڑے ہوں گے۔

حاصل

یہ نکلا کہ انبیاء علیہم السلام اور مومنین بارگاہ الٰہی میں اتنے معزز ہیں۔ کہ دنیا اور آخرت میں دونوں جگہ ان کی امداد کا وعدہ فرما رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر عزت کا اور کونسا مقام ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی امداد و اعانت کا اپنی طرف سے اعلان فرما رہے ہیں

آخری دعا

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مومن ہونے کی توفیق عطا فرمائے کہ امداد کے یہ وعدے بھی ہمارے حق میں ثابت ہوں۔ آمین یا الہ العالمین۔

مجلس ذکر

منعقدہ ۹ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

تکمیل کا درجہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اما بعد اس دنیا میں ہر چیز کی تکمیل کا ایک درجہ ہوتا ہے۔ نباتات کا درجہ تکمیل یہ ہے کہ وہ پھل دینے لگے مثلاً آم کی گٹھلی بوئی گئی اور پودا اُگا۔ جب پھل لگا تو پودا درجۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ حیوانات کا درجۂ تکمیل یہ ہے کہ وہ بچہ جننے کے قابل ہو جائیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی اور بندۂ خدا ہونے کے لحاظ سے ایک تکمیل کا درجہ ہے۔ اس کے متعلق آج عرض کرنا چاہتا ہوں۔

درجہ تکمیل یہ ہے کہ انسان فانی عن مراد نفسہ باقی بمراد اللہ تعالےٰ ہو جائے یعنی اس کو اپنے نفس کا کوئی مقصد پیش نظر نہ رہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے لئے جو مقصد تجویز کر کے دیا ہے۔ وہی پیش نظر رہے۔ چوبیس گھنٹے کے ہر گھڑی اور ہر آن یہی خیال رہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہونے پائے۔

ذاتی مقصد کوئی نہ رہنے پائے۔

اس قسم کا انسان بھی اس دنیا میں رہ کر سب کچھ کرے گا۔ لیکن اس کا اپنا ارادہ کوئی نہ ہوگا۔ وہ جو کام بھی کرے گا۔ اس میں اللہ تعالےٰ کی رضا کو پیش نظر رکھے گا۔ اس کے بالمقابل ایسے انسان بھی ہیں جو ہر کام اپنی ذاتی اغراض کے لئے کرتے ہیں۔ ان کو اس بات کی پرواہ ہی نہیں ہوتی کہ اللہ تعالےٰ راضی ہے یا ناراض۔ شریعت دُنیا کے کام کاج چھڑوانا نہیں چاہتی۔ صرف نیت بدلنا چاہتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (ترجمہ۔ سوائے اس کے نہیں کہ "اعمال کا مدار نیتوں پر ہے" آپؐ کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ نِصْفَ الدِّیْنِ فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ فِی النِّصْفِ الْبَاقِیْ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) **ترجمہ**۔ (حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بندہ نکاح کرتا ہے تو تحقیق اس نے آدھا دین مکمل کر لیا۔ پس آدھے باقی میں اللہ سے ڈرے)۔

اگر ایک مسلمان اس نیت سے نکاح کرتا ہے کہ نفس اور شیطان اس کو بہکا کر گناہ میں نہ مبتلا کر دیں۔ تو اس کا نکاح کرنا بھی دین اور عبادت ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک دنیا دار اس لئے نکاح کرے گا۔ کہ بیٹے ہونگے اور پوتے ہونگے اور مرنے کے بعد نام زندہ رہے گا۔ کسی اللہ والے نے کہا ہے۔ ؏

چیست دُنیا از خدا غافل بُدن

دین سیکھنے سے آتا ہے اور نیت بھی سیکھنے سے ہی صحیح بنتی ہے۔ ایک ہی کام دنیا دار اور غرض سے کرتا ہے۔ اور دیندار اور غرض سے۔ دُنیا دار بیٹے کی شادی پر برادری کو بلائے گا۔ وہ جو کریگا نام و نمود کے لئے۔ دیندار نیکوں اور علمائے کرام کو بلائے گا۔ وعظ ہوں گے لوگوں کو پیغام حق سنایا جائے گا۔ بہت سے کچے وعظ سُن کر دین پر پکے ہو جائیں گے۔

اس سے بھی اعلےٰ درجہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا دل میں کسی کی محبت نہ رہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (الآیۃ سورہ البقرہ رکوع ۲۰ پ ۲) ترجمہ۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں۔ جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں۔ جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیئے اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے) یہ بھی تکمیل کا ایک شعبہ ہے یہ درجہ بڑی مدت کے بعد پیدا ہوتا ہے اگر انسان ہدایت یافتہ ہو تو پھر سمجھتا ہے کہ جو بھی نفع مجھے پہنچ رہا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آ رہا ہے اس طرح نظر ذرائع سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لگ جائے گی۔ جس طرح کسی کے بیٹے نے سو روپیہ کا منی آرڈر بھیجا۔ بے شک منی آرڈر لا کر دینے والا تو پوسٹمین ہے۔ لیکن وہ اس کا شکر گزار نہ ہوگا۔ وہ تو فقط ذریعہ ہے۔ ہر نفع کی منظوری اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی ہے۔ دوسرے تو صرف ذریعہ بنتے ہیں۔ مثلاً اگر بیوی نیک اور راحت رساں ملی ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ اللہ تعالےٰ نے نیک بیٹا دیا تو یہ بھی اُسی کا کرم ہے۔ اگر بد دیتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جس بچہ کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے ماں باپ نیک تھے۔ خطرہ تھا کہ بڑا ہو کر یہ اُن کو بھی سرکشی اور کفر میں مبتلا نہ کر دے۔ اسی لئے میں دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ مطلق اولاد نہ مانگئے۔ نیک اولاد کی دُعا کیا کیجئے۔ اس کے ہاں نیک بھی ہیں اور بد بھی۔ بے سمجھ مرد اور عورتیں مطلق اولاد کی دُعا کرتے ہیں اس میں خطرہ ہے کہ کہیں ہمارے حصہ میں بد نہ آ جائے

غرضیکہ درجۂ تکمیل تک پہنچنے کے لئے نمبر اول اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ جو کام کرے اللہ تعالےٰ کے لئے کرے ذاتی غرض کوئی نہ ہو۔ نمبر دوم۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت سب محبتوں پر غالب ہو۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اس کے لئے اللہ والوں کی صحبت کی ضرورت ہے۔ ؏

بے میوہ نہ میوہ رنگ گیرد

جن کو صحبت نصیب نہیں۔ ان کو اللہ تعالےٰ کے مقابلہ میں بیوی اولاد وغیرہ سے بڑی محبت ہے۔ اللہ تعالےٰ چونکہ انسان کا خالق ہے اس لئے وہ اس کی رگ رگ سے واقف ہے اس نے ایک ایک رگ پکڑ کر دکھا دی ہے۔ کہ یوں گمراہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ [illegible]

مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝

سورہ آل عمران ع ۲ پ ۳۔ ترجمہ۔ لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے۔ اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔ اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔

ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے۔ اکثریت کی یہی حالت ہے۔ بیوی بڑی پیاری ہے۔ اولاد بڑی پیاری ہے۔ ہم سمجھتے رہتے ہیں کہ جس اولاد کو دین نہ سکھایا۔ وہ ماں باپ کے خلاف قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں یوں فریاد کریں گے۔

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا ۝ سورۃ الاحزاب رکوع ۸ پ ۲۲۔ ترجمہ۔ اے ہمارے رب! انہیں دگنا عذاب دے۔ اور ان پر بڑی لعنت کر۔

اکثریت کو اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر نہیں۔ اولاد کی راحت پیش نظر ہے بیٹا بی اے ہو جائے گا۔ معقول تنخواہ پائیگا اس کی پرواہ نہیں کہ دیندار بھی ہو۔ بیٹی کی شادی کے لئے دین کا کوئی خیال نہیں جانتے ہیں۔ کہ بے دین گھرانہ ہے۔ اس لئے راضی ہو گئے ہیں۔ کہ رزق بڑا ہے۔ بیٹی آرام پائے گی۔ اس کی پرواہ نہیں خواہ ساری دولت حرام کی ہو۔

آج کا پہلا سبق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو فانی عن مراد نفسہ باقی بمراد اللہ تعالیٰ بن کر دنیا میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دوسرا سبق یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت ہونی چاہیئے۔ اس کو کسی نے اس طرح بیان کیا ہے ؎

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو
گرچہ غرق بدریاست خشک پر برخاست

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک سے جو تم بیزار ہو۔ بلکہ ہر ایک سے حسن سلوک سے زندگی بسر کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کی پرواہ نہ کرے۔ کیونکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہمارا کوئی نہیں۔ جبکہ اس کے سوا ہمارا کوئی نہیں۔ تو ہمیں بھی فقط اسی کا ہو کر رہنا چاہیئے۔ عربی میں کسی نے خوب کہا ہے ع

اَنْتَ الَّذِیْ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ بَاكِیًا
وَالنَّاسُ حَوْلَكَ یَضْحَكُوْنَ سُرُوْرًا
فَاحْرِصْ عَلٰی عَمَلٍ تَكُوْنُ اِذَا بَكَوْا
فِیْ یَوْمِ مَوْتِكَ ضَاحِكًا مَسْرُوْرًا

ترجمہ۔ تو وہ ہے کہ جب تیری ماں نے تجھے جنا تھا تو رو رہا تھا۔ اور تیرے گرد لوگ مسرت سے ہنس رہے تھے۔ پس ایسے اعمال کی خواہش کر کہ جب تیری موت کے وقت سب روتے ہوں اور تو خوشی سے ہنستا ہو۔

جب سکرات میں رحمت کا پیغام مل گیا تو انسان ہنستا ہوا دنیا سے جائے گا یہ ہے تکمیل کا درجہ۔ اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر آنے اور کتاب و سنت کا پیغام بار بار سننے سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ راضی ہے تو قدم قدم پر اس کی رحمت نازل ہوگی اگر وہ ناراض ہے تو پھر ٹھوکریں ہی ٹھوکریں ہیں۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ بیوی اولاد گھر کا ساز و سامان یہ سب چیزیں غدار ہیں۔ اگر دنیا میں ان کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقابلہ میں زیادہ تھی تو مرنے کے بعد یہی عذاب بن جائے گی۔ بیوی اور اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی قبر میں ساتھ نہ جائے گا۔ پھر پتہ چلے گا کہ سب غدار نکلے۔ لیکن ع

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

کسی نے کہا ہے۔ ہرچہ از دل می خیزد بر دل می ریزد۔ (ترجمہ جو بات دل سے نکلتی ہے۔ وہ دل پر پڑتی ہے) بشرطیکہ دل لینے کے قابل ہو۔ پتھر نہ ہو۔ بعض دل پتھر کی مانند بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہود کے متعلق فرماتے ہیں۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِیَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً الآیۃ

سورہ البقرہ رکوع ۹ پہلا۔ ترجمہ (پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ گویا کہ وہ پتھر ہیں۔ یا ان سے بھی زیادہ سخت) اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو درجہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

از افادات سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ

یہ بالکل غلط ہے کہ تدوین حدیث کا سلسلہ ایک سو سال بعد ہوا

از جناب ایم عبدالرحمٰن صاحب (لودھیانوی) بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ

عہد نبوی ہی میں اخبار و سیر اور احکام وشئن کا تحریری سرمایہ جمع ہونا شروع ہو گیا تھا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر آپؐ نے ایک خطبہ دیا تھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ابوشاہ ایک یمنی صحابی کی درخواست پر آپ نے یہ خطبہ لکھ کر ان کے حوالہ کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری باب کتابۃ العلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین عالم کو جو خطوط روانہ کئے وہ لکھے ہوئے تھے۔ ۲۰-۲۵ برس ہوئے۔ کہ مصر میں آپ کا وہ خط جو مقوقس جو شاہ مصر کے نام آپ نے بھیجا تھا۔ ایک عیسائی گرجے کی کسی کتاب کی جلد میں لگا ہوا ملا ہے۔ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ بعینہٖ وہی نامہ ہے۔ جو آپؐ نے لکھوایا تھا۔ اس کے فوٹو عام طور سے ملتے ہیں۔ یہ پروانہ عربی خط میں ہے اور اس کی بعینہٖ وہی عبارت ہے اور مہر میں نام کے وہی الفاظ اور صورت تحریر ہے۔ جس طرح حدیثوں میں بیان آیا ہے۔ یہ اسلامی روایات کی صداقت کی کتنی بڑی دلیل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر بن عاص کے سوا مجھ سے زیادہ کسی کو حدیث یاد نہیں۔ مجھ سے زیادہ ان کے پاس سرمایہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتے اس کو لکھتے جاتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔ (بخاری باب کتابۃ العلم)

ابوداؤد اور مسند ابن حنبل میں ہے کہ بعض لوگوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی غصّہ کی حالت میں ہوتے ہیں کبھی خوش ہوتے ہیں اور تم سب کچھ لکھ لیتے ہو عبداللہ ابن عمرؓ نے اس بنا پر لکھنا چھوڑ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ کہ تم لکھ لیا کرو۔ اس سے جو کچھ نکلتا ہے۔ حق نکلتا ہے۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ)

عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے اس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا تھا اور کہا کرتے تھے کہ مجھے اپنی زندگی کی آرزو صرف دو چیزوں نے پیدا کر دی ہے۔ جن میں ایک یہ صادقہ ہے۔ اور صادقہ وہ صحیفہ ہے۔ جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھا ہے (دارمی ۶۹)

مجاہد کہتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن عمر صحابی کے پاس ایک کتاب رکھی دیکھی۔ دریافت کیا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ صادقہ ہے۔ جس کو میں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ جس میں میرے اور آپؐ کے درمیان کوئی دوسرا نہیں ہے۔ (ابن سعد)

صحیح بخاری میں ہے کہ آپؐ نے مدینہ آنے کے کچھ مدت بعد مسلمانوں کی مردم شماری کرائی اور ان کے نام لکھوائے تو پندرہ سو ہوئے۔ (باب الجہاد)

زکوٰۃ کے احکام۔ سودا سلف چیزوں پر زکوٰۃ اور اس زکوٰۃ کی مختلف شرحیں جو پورے دو صفحوں میں ہیں۔ لکھوا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء کو بھیجی تھیں اور وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس ابوبکر بن عمرو بن حزم کے خاندان میں اور متعدد اشخاص کے پاس موجود تھیں۔ (دار قطنی کتاب الزکوٰۃ)

زکوٰۃ کے محصلین کے پاس دیگر تحریری ہدائیتیں بھی موجود تھیں۔

حضرت علیؓ کے پاس ایک صحیفہ تھا۔ جو اُن کی تلوار کے نیام میں پڑا رہتا تھا۔ اس میں متعدد حدیثیں متعلقہ احکام جہاد قلمبند تھیں اور انہوں نے اس کو لوگوں کی درخواست پر رکھا (بخاری)

حدیبیہ میں جو صلحنامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش کے درمیان حضرت علیؓ نے لکھا تھا۔ اس کی ایک نقل قریش نے لی اور ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس رکھی۔ (ابن سعد مغازی)

عمرو بن حزم کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔ تو ایک تحریر لکھوا کر حوالہ کی۔ جس میں فرائض صدقات و دیات وغیرہ کے متعلق بہت ہدائیتیں تھیں۔ (کنز العمال)

عبد اللہ بن الحکیم کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ پہنچا۔ جس میں مُردہ جانور کے متعلق حکم درج تھا۔ (معجم صغیر طبرانی)

وائل بن حجر صحابی جب بارگاہ نبوی سے اپنے وطن حضرموت جانے لگے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر ان کو ایک نامہ لکھوا کر دیا۔ جس میں نماز، روزہ، ربوا، شراب اور دیگر احکام تھے۔ (طبرانی صغیر)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے مجمع سے پوچھا کہ کسی کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کی دیت میں سے بیوی کو کیا دلایا۔ ضحاک ابن سفیان نے کھڑے ہو کر کہا۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو لکھوا کر بھیجا تھا۔ (دار قطنی)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عہد خلافت ۹۹ھ تا ۱۰۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان متعلقہ صدقات کی تلاش کے لئے اہل مدینہ کے پاس قاصد بھیجا۔ تو وہ آل عمرو بن حزم کے ہاں گیا (دار قطنی)

آپ نے اہل یمن کو جو احکام لکھوا کر بھجوائے تھے۔ اُن میں یہ مسئلے تھے۔ قرآن صرف پاکی کی حالت میں چھوا جائے۔ غلام خریدنے سے پہلے آزاد نہیں کیا جا سکتا۔ اور نکاح سے پہلے طلاق نہیں (دارمی)

حضرت معاذ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھ کر غالباً یمن سے یہ دریافت کیا۔ کہ کیا سبزیوں میں زکوٰۃ ہے؟ آپؐ نے تحریری جواب دیا کہ سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں (دار قطنی)

مروان نے خطبہ میں بیان کیا کہ مکہ حرم ہے۔ رافع بن خدیج صحابیؓ نے پکار کر کہا اور مدینہ بھی حرم ہے اور یہ حکم میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے۔

اگر تم چاہو تو میں اس کو پڑھ کر سناؤں (ابن حنبل)

ضحاک بن قیس نے نعمان بن بشیر صحابی کو لکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ کے سوا اور کون سی سورۃ پڑھتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا ھل اتاک حدیث الغاشیہ (مسلم) حضرت عمرؓ نے عتبہ بن فرقد کو کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر پہننے سے منع فرمایا ہے (مسلم)

یہ وہ احکام و مسائل ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف لوگوں کو لکھوا کر دیئے یا بھجوائے۔ ہمارے پاس ایسے شواہد بھی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بڑے بڑے صحابہ احکام و سُنن کو کتابی صورت میں لانے یا لانا چاہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک تحریر اپنے زمانہ خلافت میں مرتب کیا۔ پھر اس کو پسند نہ کیا۔ اور مٹا دیا۔ (تذکرۃ الحفاظ) حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ پر اپنے زمانۂ خلافت میں غور کیا اور بہت کچھ سوچتے رہے۔ مگر پھر ہمت نہ کی۔ ابھی آپ سُن چکے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ایک نسخہ لکھا تھا۔ جس میں آپ کے ملفوظات تھے۔ مختلف لوگ اس کو دیکھنے آتے تھے اور وُہ اس کو دکھاتے تھے۔ (ترمذی) حضرت علیؓ کے فتاوٰی کا بڑا حصّہ لکھا ہُوا حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں لایا گیا۔ (مقدمہ مسلم) حضرت عبداللہ ابن عباس کی روائیتوں کے مختلف تحریری مجموعے تھے۔ اہل طائف میں سے کچھ لوگ ان کا ایک مجموعہ ان کو پڑھ کر سنانے کے لئے لائے (کتاب العمل ترمذی) سعید ابن جبیر ان کی روایتوں کو لکھا کرتے تھے۔ (دارمی) عبداللہ ابن عمر کا صحیفہ صادقہ انکے پوتے ضعیف سمجھے جاتے تھے کہ وُہ اپنے دادا کی کتاب دیکھ کر روایت کرتے ہیں۔ خود حافظ نہیں ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ کی روایتوں کا مجموعہ وہب تابعی نے تیار کیا تھا جو اسمٰعیل بن عبدالکریم کے پاس تھا۔ اور وہ اس لئے ضعیف سمجھے جاتے تھے (تہذیب) حضرت جابر کی روایتوں کا دُوسرا مجموعہ سلیمان بن قیس لشکری نے تیار کیا تھا۔ اور ابوالزبیر ابوسفیان اور شعبی نے جو آئمۂ حدیث میں ہیں اور تابعی ہیں۔ حضرت جابر کے

صحیفہ کو اُن سے سُنا تھا۔ سمرہ بن جندب صحابی سے ان کے بیٹے سلیمان روایتوں کا ایک نسخہ روایت کرتے ہیں اور اُن سے اُن کے بیٹے (تہذیب التہذیب) حضرت ابوہریرہؓ جن سے زیادہ صحابہ میں کوئی حافظ حدیث نہ تھا۔ ان کی روایتوں کا کچھ مجموعہ ہمام بن منبہ نے تیار کیا تھا۔ جو صحیفۂ ہمام کے نام سے احادیث میں مشہور ہے۔ اُس کو امام ابن حنبلؒ نے مسند جلد۲ میں صفحہ ۳۱۲ سے صفحہ ۳۱۸ تک نقل کیا ہے۔ بشیر ابن نہیک نے حضرت ابوہریرہ سے انکی روایتوں کا مجموعہ لکھا اور پھر اس کی روایت کی ان سے اجازت لی۔ (کتاب العلل، ترمذی دارمی) حضرت ابوہریرہؓ ایک دفعہ ایک صاحب کو اپنے مستقر پر بُلا کر لائے۔ اور دکھایا کہ یہ اوراق میرے مرویات ہیں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ وہ ان کے ہاتھ کے نہیں۔ بلکہ کسی اور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے۔ (فتح الباری جلد۱)

حضرت انسؓ دُوسرے صحابی ہیں۔ جن سے بکثرت روائتیں ہیں۔ وُہ خود اپنے بیٹوں سے کہا کرتے تھے۔ کہ میرے بچو! علم کو تحریر کی قید و بند میں لاؤ (دارمی) ابان ان کے شاگرد اُن کے سامنے بیٹھ کر ان کی روائتیں قید تحریر میں لایا کرتے تھے۔ (دارمی) سلمٰی ایک خاتون کہتی ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو دیکھا کہ وہ ابو رافع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کارنامے لکھا کرتے تھے۔ (ابن سعد جلد۲)

واقدی سیرت نبوی کے ابتدائی مصنّفین میں سے ایک سے بیان کرتا ہے کہ منذر بن ساوی رئیس عمّان کے نام آنحضرت صلعم نے جو خط بھیجا تھا۔ وہ ابن عباس کی کتابوں کے ساتھ میں نے دیکھا (زاد المعاد) غزوہ بدر کا مفصّل حال عروہ بن زُبیر نے لکھ کر خلیفہ عبدالملک کو بھیجا تھا (طبری)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا اذنِ عام تھا۔ ان کو شکایت تھی کہ لوگ میرے پاس آ کر سُن جاتے ہیں اور پھر اس کو جا کر لکھ لیتے ہیں۔ اور میں قرآن کے سوا اور کسی چیز کے لکھنے کو حلال نہیں جانتا (دارمی) سعید ابن جُبیر تابعی کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر اور ابن عباسؓ

سے رات کو روائیتیں سُنتا تھا۔ تو پالان پر لکھتا تھا۔ صبح کو پھر میں اُس کو صاف کر لیتا تھا (دارمی) نافع جو حضرت عمرؓ کی خدمت میں ۳۰ برس رہے تھے۔ وُہ اپنے سامنے لوگوں کو لکھوایا کرتے تھے۔ (دارمی) عبداللہ ابن مسعُود کے صاحبزادے عبدالرحمٰن ایک کتاب نکال لائے اور قسم کھا کر کہا یہ خود حضرت عبداللہ ابن مسعُود کی لکھی ہوئی ہے۔ (جامع) سعید ابن جُبیر کہتے ہیں کہ ہم لوگوں میں بعض باتوں میں اختلاف ہوتا تھا۔ تو ان کو لکھتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس اس یاد داشت کو چھپا کر لاتے تھے۔ ان سے پوچھتے تھے۔ اگر ان کو اس کا پتہ چل جاتا تو بس ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ ہی تھا۔ (جامع) اسود تابعی کہتے ہیں کہ مجھ کو اور علقمہ کو ایک صحیفہ مل گیا۔ اس کو لے کر ہم حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے تو انہوں نے مٹا دیا (جامع)

حضرت زید ابن ثابت کاتب وحی تھے۔ ان کو بھی روایتوں کو تحریر میں لانے سے انکار تھا تو مروان تھے یہ تدبیر کی کہ ان کو سامنے بٹھایا اور پردہ کے پیچھے کاتب مقرر کیئے کہ وہ جو بولتے جائیں یہ لکھتے جائیں (جامع ۳۳) حضرت معاویہؓ نے بھی ان کی ایک حدیث اسی طرح لکھوائی تھی۔ لیکن وُہ تاڑ گئے اور زبردستی مٹوا دی (احمد)

حضرات! شاید آپ ٹھوس واقعات اور اشخاص کے نام سُنتے سُنتے گھبرا گیئے ہوں گے۔ لیکن اطمینان رکھیئے کہ اب ہم اس مقام پر پُہنچ گیئے ہیں۔ جہاں سے صاف اور سیدھا راستہ نظر آ رہا ہے۔ مذکورہ اقتباسات اور حوالوں میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ تحریری سرمایہ ہی اگر دنیا میں قابلِ قبول ہو سکتا ہے تو خود عہدِ نبویؐ میں صحابہؓ نے اپنے ہاتھوں سے اسے جمع کیا۔ اور پچھلوں کیلئے یادگار چھوڑا۔ اور پچھلوں نے اپنی کتابوں میں اس کو داخل کر لیا۔

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صحابہؓ ہی کی زندگی میں تابعین نے انکے تمام مرویات واقعات اور حالات کو ایک ایک سے پوچھ کر ایک ایک کے دروازہ پر جا کر بوڑھے جوان مرد اور عورت سب سے تحقیق کرکے ہمارے لئے فراہم کر دیا تھا۔ محمد بن شہابؒ

باقی صفحہ ۱۴ پر

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ الشَّیْطَانَ قَدْ حَالَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ صَلٰوتِیْ وَبَیْنَ قِرَاءَتِیْ یُلَبِّسُھَا عَلَیَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاکَ شَیْطَانٌ یُقَالُ لَہٗ خَنْزَبٌ فَاِذَا اَحْسَسْتَہٗ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنْہُ وَاتْفُلْ عَلٰی یَسَارِکَ ثَلٰثًا فَفَعَلْتُ ذٰلِکَ فَاَذْھَبَہُ اللّٰہُ عَنِّیْ (رواہ مسلم)

ترجمہ: عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں نے (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ شیطان میرے اور میری نماز کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور جب میں قرأت کرتا ہوں۔ تو مجھ کو شبہ میں ڈال دیتا ہے (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ (وہ) شیطان ہے۔ جس کو خنزب کہا جاتا ہے پس جب تو اپنے دل میں اس کے وسوسے سے کوئی چیز محسوس کرے تو خدا سے پناہ طلب کر اور تین بار بائیں جانب تھتکار دے۔ عثمان (راوی) کہتے ہیں۔ میں نے ایسا ہی کیا اور اللہ نے اس قسم کے وسوسے کو دور کر دیا۔

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَہٗ فَقَالَ اِنِّیْ اَھِمُ فِیْ صَلٰوتِیْ فَیَکْبُرُ ذٰلِکَ عَلَیَّ فَقَالَ لَہٗ اَمْضِ فِیْ صَلٰوتِکَ فَاِنَّہٗ لَنْ یَّذْھَبَ ذٰلِکَ عَنْکَ حَتّٰی تَنْصَرِفَ وَاَنْتَ تَقُوْلُ مَا اَتْمَمْتُ صَلٰوتِیْ (رواہ مالک)

ترجمہ: قاسم بن محمدؒ کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے ان سے دریافت کیا کہ کہ مجھ کو اپنی نماز میں وہم پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات مجھ پر گراں ہوتی ہے میں نے اس سے کہا تو اپنی نماز برابر پڑھے جا اور وسوسے کا خیال نہ کر اور جب تو نماز پوری کر کے واپس جائے تو یہ کہتا ہوا چلا جا کہ میں نے اپنی نماز پوری نہیں کی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اللّٰہُ مَقَادِیْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ قَالَ وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا ہے۔ جبکہ اس کا عرش (تخت) پانی پر تھا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ شَیْءٍ بِقَدَرٍ حَتَّی الْعَجْزُ وَالْکَیْسُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر چیز تقدیر پر موقوف ہے۔ یہاں تک کہ نادانی اور دانائی

خدام الدین کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا ہر مسلمان کا فرض ہے

ضروری اعلان

مدنی نمبر کی اشاعت کے متعلق ہم نے کافی عرصہ پہلے اعلان کر دیا تھا تاکہ ہمیں مطلوبہ تعداد کا علم ہو سکے۔ لیکن چند ایجنٹ حضرات کے سوا کسی نے اس طرف توجہ نہ دی۔ ہم نے اپنی صوابدید کے مطابق چھ ہزار چھپوا لیا۔ اس کے بعد اس کی مانگ شروع ہوئی۔ حتیٰ کہ تمام کاپیاں ختم ہو گئیں اور مانگ اب تک باقی ہے پریس نے ہماری تاکید کے باوجود پلیٹیں کاٹ ڈالیں۔ اب دوبارہ چھپوانے کے لئے بہت زیادہ خرچ ہوگا۔ اگر مطلوبہ تعداد کافی ہو تو ہم دوبارہ چھپوانے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے ایجنٹ حضرات اور دوسرے احباب سے درخواست ہے کہ وہ مطلوبہ تعداد سے جلد از جلد مطلع کریں تاکہ دوبارہ چھپوانے کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ کیا جا سکے۔ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ دوبارہ چھپوانے میں قیمت ۱۲ر فی پرچہ ہو جائے گی۔

"منیجر"

انجمن خدام الدین

[illegible]

منیجر

بقیہ تدوین حدیث صفحہ ۱۲ سے آگے :-

ہشام بن عروہ ، قیس بن ابی حازم، عطا بن ابی رباح، سعید ابن جُبیرؒ، ابوزناد وغیرہ سینکڑوں تابعین ہیں۔ جنھوں نے دیوانہ وار ایک ایک گوشہ سے دانہ دانہ جمع کیا۔ اور ہمارے سامنے اس کا انبار لگا دیا۔

شہاب زہری نے جو حدیث و سیرت کے بڑے امام ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک چیز کو لکھا۔ ابوالزناد کہتے ہیں۔ ہم صرف حلال و حرام لکھتے رہتے تھے اور زہری جو کچھ سنتے تھے۔ وہ سب لکھتے جاتے تھے (جامع) ابن کیسان کہتے ہیں کہ میں اور زہری طلب علم میں ساتھ تھے۔ میں نے کہا کہ میں سُنن لکھوں گا چنانچہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھا۔ سب لکھ لیا۔ زہری نے کہا۔ صحابہؓ سے جو کچھ متعلق ہے۔ وہ بھی لکھو کہ وہ بھی سُنت ہے۔ میں نے کہا کہ وُہ سُنت نہیں۔ چنانچہ میں نے نہیں لکھا اُنہوں نے لکھا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ وُہ کامیاب ہوئے اور میں برباد ہو گیا۔ (زیادۃ ابن سعد)

ان امور کو قید و تحریر میں لانیوالے سینکڑوں تابعی تھے۔ جن میں سے ایک امام زہری ہیں۔ صرف ان کی تحریروں کا انبار اتنا تھا کہ ولید ابن یزید کے قتل کے بعد زہری کے یہ دفتر جانوروں پر بار کرکے خزانے سے لائے گئے تھے۔

امام زہری ۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔ وُہ نسباً قریشی تھے۔ انہوں نے جس محنت کاوش اور استقصا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور اقوال جمع کئے۔ اس کا اندازہ مؤرخین کے اس بیان سے کرو کہ وُہ مدینہ منورہ کے ایک ایک انصاری کے گھر جاتے۔ جوان، بوڑھے، عورت، مرد جو مل جاتا۔ یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں سے جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور حالات پُوچھتے اور قلمبند کرتے۔ (تہذیب ترجمہ زہری)

اس زمانہ میں بکثرت صحابہ زندہ تھے۔ زہری کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے۔ اور یہ کُل کے کل روز و شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال کی جمع و ترتیب، تعلیم و تدریس اور نشر و اشاعت میں مشغول تھے۔ یہی ان کی زندگانی کا کام تھا۔ اس کے سوا دُنیا کے ہر کام سے وُہ کنارہ کش ہو گئے تھے۔

غلط فہمی کا بڑا سبب یہ ہے کہ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احادیث و سیر کی تدوین و تحریر کا کام تابعین نے شروع کیا۔ اور تابعین ان کو کہتے ہیں۔ جنہوں نے صحابہؓ کو دیکھا اور اُن سے فیض پایا اور صحابہ کا زمانہ تقریباً سو برس تک رہا۔ تو گویا تابعین کا عہد سو برس کے بعد شروع ہُوا۔ اور اس طرح گویا تدوین و تحریر کے سلسلہ کا آغاز سو برس کے بعد ہُوا۔ حالانکہ یہ تمام تر غلط ہے۔ تابعین ان کو کہتے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کیا اور صحابہ کی زیارت کی۔ اور اُن سے مستفید ہوئے۔ عام اس سے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوں۔ مگر زیارت کا موقعہ نہ ملا ہو۔ یا عہد نبوی کے آخر میں پیدا ہوئے۔ اس لئے آپ سے فیضیاب نہ ہوئے۔ یا آپ کی وفات (ربیع الاول ۱۱ھ) کے بعد پیدا ہوئے۔ وہ سب تابعین میں داخل ہیں۔ اس لئے دیکھئے تو معلوم ہوگا۔ کہ تابعین کا عہد خود آپ کی زندگی ہی میں اور کم سے کم یہ کہ ۱۱ھ سے شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے ۱۱ھ سے جو کام شروع ہُوا۔ اس کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ تابعین نے اس کام کا آغاز کیا۔ تابعین کا کارنامہ ہونے کے لئے ایک صحابی کے دنیا سے رخصت ہو جانے کی ضرورت نہیں اور نہ سو برس کا زمانہ گزارنے کی حاجت ہے۔ وُہ تابعیت کا آخری عہد ہے۔ جس کے بعد تابعیت کے شرف کا خاتمہ ہوتا ہے۔ کیونکہ صحابہ کے وجود کا خاتمہ ہو گیا۔ جن کے دیدار کے شرف سے لوگ تابعی بنتے تھے۔

الغرض اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ یہ کہنا کس قدر دھوکہ ہے کہ مسلمانوں میں اخبار و سیر کی ترتیب کا کام سو برس کے بعد شروع ہُوا۔

مسلمانوں میں اخبار و سیر اور احکام و سنن کی ترتیب اور تدوین کے درحقیقت تین دَور ہیں۔ اوّل جب ہر شخص نے صرف اپنے ذاتی معلومات کو یکجا کیا۔ دوسرا دَور وہ آیا۔ جب ہر شہر کے معلومات ایک جگہ فراہم کئے گئے۔ تیسرا دَور وُہ تھا۔ جب تمام دُنیائے اسلام کے معلومات اکٹھا کئے گئے۔ اور ان کو موجودہ کتابوں کی صورت میں جمع کیا گیا۔ پہلا دَور غالباً ۱۰۰ھ تک قائم رہا۔ دُوسرا دور ۱۵۰ھ تک رہا اور تیسرا دَور ۱۵۰ھ سے تیسری صدی کے کچھ دنوں بعد تک قائم رہا۔ پہلا دَور صحابہ اور اکابر تابعین کا تھا۔ دُوسرا دور تبع تابعین کا اور تیسرا دور امام بخاریؒ۔ امام مسلمؒ، امام ترمذی امام احمد بن حنبل وغیرہ کا تھا۔ پہلے دور کا تمام سرمایہ دُوسرے دَور کی کتابوں میں ہے اور دوسرے دَور کی تمام کتابوں کا مواد تیسرے دَور کی کتابوں میں کھپا دیا گیا ہے۔ دُوسرے اور تیسرے دَور کی کتابوں کا سرمایہ آج ہزاروں اوراق میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اور دُنیا کی تاریخ کا سب سے گراں بہا سرمایہ اور معتبر و مستند ذخیرہ ہے۔ جس سے معتبر اور مستند دنیا کی تاریخ کے خزانہ میں موجود نہیں۔

قطعہ تاریخ وفات حضرت مدنیؒ

از جناب فضل الحق صاحب قدسی میرٹھی

آفتاب علم و عرفاں شُد غروب از آب و تاب
رنج و غم طاری شدہ بر اہل عالم بیحساب
آہ شیخ الہند حسین احمد ز دُنیا رخت بست
از وفورِ رنج و غم پیر و جواں در اضطراب
اخترِ برجِ کرامت گوہرِ دُرجِ شرف
نیّرِ اوجِ نجابت بود عالی انتساب
در نسب آلِ محمدؐ سیّدِ والا حَسَب
در فضائل بے عدیل و در شمائل لاجواب
نیّرِ اوجِ سعادت معدنِ لطف و کرم
گوہرِ دُرجِ تقدّس ہادئ راہِ ثواب
مُدّتے صدر المدرس مسجدِ نبوی بماند
زیں سبب شیخ العرب شُد در مدینہ آنجناب
آفتابِ علمِ دیں شیخ العرب شیخ العجم
از علوم و فضل ایشاں اہل عالم فیضیاب
مادرِ ایّام کم زادہ بعالم مثل او
در شرف عالی مکان و در کرم عالیجناب
باغ قاسم ہم بہار شیخ الہند محمود حسن
کردہ شد تاراج از باد خزاں خانہ خراب
مثلِ حاتم بُد کشادہ خوانِ او بر خاص و عام
ذاتِ او لا ریب در مہماں نوازی انتخاب
رَبَّنَا اَدْخِلْهُ فِرْدَوْسًا وَّجَنّٰتِ النَّعِيْمِ
وَاسْقِهٖ كَاْسًا دِهَاقًا مِّنْ شَرَابٍ مُّسْتَطَابٍ
گفت قدسی مصرعۂ تاریخ آں عالی صفات
تاج عالم چھپ گیا علم و عمل کا آفتاب

۱۳ ھ ۷۷

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ

صدر نشین مسند تدریس جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند

از جناب سید عبد المنان صاحب شاہد

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم
اے ہمنفسو! وہ خواب ہیں ہم

اگر اسلام نام ہے اتباع سنّت نبویہ کا اور عشق و محبّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی ہستی کو گم کر دینے کا۔ تو بلا شبہ اس دور نا مسعود میں صرف ایک شخصیت ایسی تھی۔ جس کے قد موزوں پر شیخ الاسلام کی قبائے شوخ راست آ سکتی تھی۔ میری مراد عرب وعجم کے شیخ مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی سے ہے۔ حسین احمد مدنیؒ کی رنگا رنگ اور بوقلموں شخصیت کا اندازہ اس امر سے لگائیے کہ وہ بیک وقت دین کے زبردست عالم بھی تھے اور سیاستدان بھی اور مجاہد بھی، سیاسی خطیب بھی تھے اور مذہبی واعظ بھی۔ مدرس بھی تھے اور مفکر بھی۔ حکیم امت بھی تھے اور زاہد شب زندہ دار بھی۔ محدّث بھی تھے اور مفسر بھی۔ اور وہ اپنی ذات سے اک انجمن میں حقیقی مصداق بھی۔ لیس للہ بمستنکر = ان یجمع العالم فی واحد۔

حسین احمد محض ایک شخصیت نہیں تھے وہ ایک ادارہ تھے۔ جو پچھلے پچاس برس سے ہماری حیات ملی کو کسی نہ کسی رنگ میں متاثر کرتا رہا تھا اور آج بھی جبکہ ہمارے اور اس کے درمیان سیاست کی غیر فطری دیواریں حائل ہو چکی ہیں۔ اس کی شخصیت ہمارے لئے مینار ہدایت کا کام دے رہی تھی۔

انگریز دشمنی انہیں اپنے جلیل القدر استاذ سے ورثہ میں ملی تھی اور وہ خود بھی جنگ آزادی کے ایک نامور سپہ سالار رہ چکے تھے۔ انہوں نے اپنی تقریروں میں بارہا اس امر کا اعلان کیا کہ

"تیرہ سو سال کی تاریخ میں انگریزوں سے زیادہ خطرناک دشمن اسلام کا اور کوئی نہیں ہے۔"

اور واقعات و حقائق ان کے اس اعلان کی صداقت پر شاہد ہیں۔ حضرت مدنی رح دار العلوم دیوبند سے غالباً ۱۳۱۶ھ میں فارغ ہوئے اور دیار حبیب المدینۃ المنورۃ کی طرف تشریف لے گئے۔ مسجد نبوی میں امام دار الہجرۃ حضرت مالک بن انس رضؓ کی مسند پر بیٹھ کر انہوں نے صاحب القرآن العظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تقریباً بارہ برس تک قال اللہ اور قال الرسول کی تعلیم دی اور ان کا فیض تمام اطراف و اکناف بلاد عرب میں ضیا بار رہا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پایاں محبت کا اعجاز تھا کہ انہوں نے وہاں ایک مدّت تک فاقہ مستی کی زندگی بسر کی۔ مگر صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور اس سرزمین مقدس و مطہر سے جدائی کو گوارا نہ کیا جو ان کی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز و محور تھی۔ یہاں پر انہیں قید و بند کے مرحلۂ ابتداء سے گزرنا پڑا اور انگریز کے اشارۂ ابرو پر رقص کرنے والے غدّار شریف مکہ کی غضبناکیوں کا شکار ہو کر اپنے استاذ محترم شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح کی معیت و رفاقت میں جزیرہ مالٹا میں عمر عزیز کے پانچ سال سنّت یوسفی اور اسوۂ محمدی (علیہما الصلوٰۃ والتسلیم) کے مطابق زندان کی چہار دیواریوں میں بسر کرنے پڑے۔ وہاں سے مراجعت فرمائے ہند ہوئے۔ اور تحریر خلافت کی ہنگامہ آرائیوں میں حصہ لیا اور پھر آسام میں سلہٹ کے مقام پر دوبارہ درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ اس اثنا میں ان کے رفیق مکتب و درس اور اس برصغیر کے نامور اور عظیم محدّث حضرت علامہ سید انور شاہ کاشمیری نور اللہ مرقدہٗ دیوبند سے بعض وجوہ کی بنا پر ڈابھیل تشریف لے گئے اور انہیں جانشین شیخ الہند کی حیثیت میں دار العلوم دیوبند کی صدارت سنبھالنی پڑی اس منصب جلیل پر کام کرتے ہوئے انہیں تقریباً ۲۸ سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور وہ اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوصف اس کی گرانبار ذمہ داریوں کو آج تک نباہتے چلے آ رہے تھے اور آج تک دیوبند کے نام میں طلباء کے لئے جو کچھ کشش تھی۔ وہ حسین احمد کے ذات سے ہی تھی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج مسند صدارت دار العلوم دیوبند کے لئے حسین احمد مدنیؒ کی ذات مایۂ صد ناز بن چکی تھی۔

اور یہ حسین احمد مدنیؒ ہی کی نگاہ کا فیض ہے کہ دار العلوم کا فارغ التحصیل طبقہ حریت و استخلاص وطن کے معرکہ کارزار میں سرگرم جہاد و اولوالعزمی رہا ہے ؎

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا مے نگری انجمنے ساختہ اند

آزادی ہند کی کوئی تاریخ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس میں فاضلین دیوبند کے اسماء گرامی زیب داستان نہ کئے جائیں۔

اور یہ سب کچھ نتیجہ ہے اس سراپا اخلاص و عزیمت وجود گرامی کے فیضان تربیت کا جس کا ذکر ان اوراق کی زینت بن رہا ہے ؎

نبود اخترت ز ہیں عشق کہ دوراں امروز
گرم دارد نہ تو ہنگامۂ رسوائی را

پیرانہ سالی کے باوجود (کہ آج وہ اپنی عمر کی تقریباً نوّے منزلیں طے کر چکے تھے) وہ جس لگن اور انتھک جد و جہد سے کام کرتے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی مظلومیت کا احساس کتنا تیز تھا۔

دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں مشکل دو چار لمحے انہیں ایسے میسر آتے ہوں گے جن میں وہ گھریلو ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں یا بستر استراحت پہ لیٹ سکیں۔ ورنہ عموماً یہ صورت حال ہوتی تھی۔ کہ وہ رات کو عشا کی نماز کے بعد دہلی میں کسی اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں وہاں سے رخصت ہو کر رات کے تین بجے دیوبند پہنچے اور تاریخ ہاتھ میں لئے ایک ایک طالبعلم کو خود جگا رہے ہیں کہ بھائی اٹھو اور بخاری کا سبق پڑھ لو۔ کیونکہ مجھے نماز فجر کے بعد پٹنہ جانا ہے۔ انہیں دیکھ کر

خیر القرون کا وہ عہدِ زریں یاد آ جاتا تھا۔ جس میں صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسی ہی مضطرب اور ہنگامہ پرور زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

میں نے جب کبھی انہیں دیکھا۔ تو میرے ذہن کے سراپردوں پر بے اختیار وہ فقرہ اُبھر آتا جو حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق ارشاد فرمایا تھا۔ کہ كُنَيْفٌ مُلِئَ عِلْمًا۔ یعنی ایک برتن ہے جو کہ علم سے معمور ہے۔

اگر ہمارے سیاسی رہنماؤں کے دل تعصب اور تنگ نظری سے پاک ہوتے اور ہمارے مؤرخ کا قلم غیر جانبدار ہوتا اور اگر اس ہند و پاکستان میں بسنے والی مسلمان قوم سیاسی اور مذہبی شعور سے بہرہ ور ہوتے تو یقیناً حسین احمد مدنی کی عظمت کا مقام ہمارے دلوں میں بہت بلند ہوتا۔

لیکن یہ ہماری ہرمان نصیبی اور بدبختی ہے کہ ہم ایسے کم سواد لوگوں نے اس کی دیانت و امانت پر شک کیا اس کے تقوےٰ و طہارت پر شبہ کیا۔ اس کی علمی بصیرت اور دینی فراست کا مضحکہ اڑایا اور اس کے فیضانِ محبت سے محروم ہو گئے۔

آفاق کے سابق مدیر جناب پروفیسر محمد سرور نے ایک مرتبہ خود مجھ سے اس بات کا تذکرہ کیا کہ مشہور کمیونسٹ لیڈر سجاد ظہیر نے قیام پاکستان سے قبل ایک مجلس میں بڑے دکھ بھرے لہجے میں یہ کہا تھا کہ جو قوم حسین احمد مدنی جیسے بلند کردار اور صاحب عزیمت راہنما کی عزت محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ اسے سیاسی سربلندی کیونکر نصیب ہو سکتی ہے

تحریک خلافت کے دنوں میں مشہور مقدمہ کراچی میں جب بھری عدالت میں ملت اسلامیہ کے اس بوڑھے جرنیل نے انگریز جج سے خطاب کرتے ہوئے یہ ایمان افروز کلمات کہے کہ

اگر لارڈ ریڈنگ (اس وقت کے وائسرائے) اور ان کی قوم یہ چاہتی ہے کہ ہندوستان میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی متاع عزیز پر دست درازی کرے اور اسلام کے احکام و قوانین کو ملیا میٹ کر دے تو میں پہلا شخص ہونگا جو دین حق کی بقا اور اس کی حفاظت کے لئے اپنی جان کی قربانی پیش کروں گا۔

تو رئیس الاحرار مولینا محمد علی جوہر جو عدالت میں موجود تھے۔ یہ سن کر جھوم اٹھے اور انھوں نے مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کو بوسہ دیا۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ گو اس وقت اپنی عمر کے آخری مراحل میں تھے۔ لیکن آج بھی ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا بار گراں اپنے ناتوان کاندھوں پر اٹھائے ہوئے پورے ملک میں اسی سرگرمی انہماک جوش اور ولولہ سے دورے کرتے تھے۔ جیسا کہ تقسیم ملک سے قبل ان کا طرز عمل تھا۔

تقسیم ملک سے پیدا شدہ نتائج نے اگرچہ ان کے مصائب میں وہ چند اضافہ کر دیا تھا۔ اور وہ مرجھائے گئے تھے۔ مگر تاہم ان کے عزم و ہمت نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ابھی دو تین سال قبل کی بات ہے ہندوستان کے ایک مشہور اخبار "امرت بازار پتریکا" نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر پر ناروا اور نازیبا حملہ کیا تو یہ حسین احمد مدنی تھا۔ جس نے کلکتہ میں کھڑے ہو کر حکومت ہند کو للکارا تھا اور ببانگ بلند یہ اعلان فرمایا تھا کہ

"اگر ہندوستان کی حکومت نے ان ناپاک سرگرمیوں کی روک تھام نہ کی تو ہندوستان کے مسلمانوں پر اس حکومت کے خلاف جہاد فرض ہو جائے گا۔"

مطالبہ پاکستان کی ہنگامہ آرائیوں میں جب کچھ غنڈوں نے "بازی بازی با ریش بابا ہم بازی" کا کھیل رچایا اور حسین احمد مدنی کی سرِ عام پگڑی اچھالی تو معتقدین اور مریدین نے اصرار کیا کہ ان لوگوں کا علاج صرف ڈنڈا ہے۔ اس کے بغیر یہ اپنی اس کمینگی سے باز نہیں آ سکتے۔ تو وہ مرد مجاہد جسے اس دور میں اتباع سنت نبوی کا ایک خاص جذبہ ودیعت ہوا تھا۔ مسکرا کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔

"میں اپنے ساتھیوں کو زندگی بھر معاف نہیں کروں گا۔ جو میرے بھائیوں پر ہاتھ اٹھائیں گے"

مولینا مدنی بے حد فیاض، دریا دل۔ اور صحیح معنوں میں صابر و شاکر انسان تھے۔ ان کا دسترخوان ان کی آمدنی سے زیادہ وسیع تھا۔ اور ان کے ہاں مہمان اس کثرت سے آتے کہ شاید ہی کسی دوسرے کے ہاں اس قدر مہمانوں کی آمد و رفت ہو۔ لیکن ان کے ماتھے پر بل نہ آتا۔ وہ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے۔ اور ہر ایک کو دعوتِ شیراز میں شرکت پر مجبور فرماتے۔ وہ اگر چاہتے تو اپنے لئے لاکھوں روپے کی جائداد پیدا کر سکتے تھے اور ضمیر کی متاع عزیز کو منڈی کی جنس بنا کر "من قماش فروش دل صد پارۂ خویشم" کی صدائیں لگاتے تو شائد دوسرے آغا خاں ہوتے۔ مگر انہوں نے اس کارزار حیات میں اپنے لئے وہ راستہ ڈھونڈا۔ جس پر چل کر کبھی کسی نے شادکام زندگی بسر نہیں کی اور یہی وہ حقیقت ہے۔ جس کی طرف حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں اشارا فرمایا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ۔ (لوگوں میں سب سے زیادہ دکھ اٹھانے والے انبیاء ہوتے ہیں۔ اور پھر وہ لوگ جو ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں۔ درجہ بدرجہ۔

ان کے مریدان با صفا ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں اس برصغیر میں موجود ہیں۔ مگر وہ ان سے بہت کم ہدیے اور تحفے قبول کر لیتے تھے۔ اور جو کچھ قبول کرتے وہ زیادہ تر طلبائے دارالعلوم اور دیگر مہمانوں پر صرف فرما کر خود اَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ کی کیفیتوں سے لذت اندوز ہوتے رہتے تھے۔ تصوف و روحانیت میں ان کے مقام بلند کا یہ عالم تھا کہ علماء کے ایک بہت بڑے گروہ کے پیر و مرشد مولینا عبدالقادر رائے پوری مدظلہٗ نے ایک مرتبہ ان کی جلالت شان کا اعتراف ان لفظوں میں فرمایا کہ۔

"بھائی! حضرت شیخ مدنی مدظلہٗ کے علو مرتبت کی کیا بات کرتے ہو۔ تصوف کے جس "جبل منیع" پر ان کا ٹھکانہ ہے ہماری نگاہ کی رسائی بھی وہاں تک نہیں ہے اور ہمارے پاس تصوف کا جو کچھ بھی سرمایہ ہے۔ وہ تو محض حسین احمد مدنی کی جوتیوں کے طفیل ہے" (او کما قال)

تصوف و ارشاد میں وہ حضرت قطب العالم مولانا الحاج امداد اللہ قدس اللہ سرہ العزیز اور حضرت شیخ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ اور علوم ظاہری میں انہیں حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ سے

باقی صفحہ ۱۸ پر

بہن کے نام

از جناب خورشید اعظم زاہدی

تمہارا خط دلچسپ ہے اور تم نے اپنے خط میں جس دلکش پیرایہ میں سوال کیا ہے۔ اس کا جواب نہیں۔ تم نے اپنا سوال میرے سابقہ خط کے حوالہ سے شروع کیا ہے۔ میں نے سابقہ خط میں یہ سطور لکھی تھیں کہ نماز کی ادائیگی کے بعد بھی ہمارے جملہ مشاغل میں اسم اللہ کا تصور رہنا چاہیئے۔ اگر یہ تصوّر قائم کرنے میں کوئی کامیاب ہو جائے تو دنیا کے تمام لہو و لعب سے خود بخود گریز ہو جائے گا۔ نفسانی خواہشات فنا ہو جائے گی۔ دل مُردہ زندہ ہو جائے گا۔ اور روح ارتقا کی منزلیں طے کرنی شروع کر دے گی" اور اب تمہارا سوال یہ ہے۔ کہ "کیا محض روحانی ارتقا معراج انسانیت ہے" سوال سے تو بات نمایاں طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اب تمہارا ذہن یہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ محض روح اگر ارتقا کی منزلیں طے کرنی شروع کر دے تو یہ انسان کی سربلندی و سرفرازی کے مترادف نہیں۔ لیکن تمہیں اس بات سے بھی مفر نہیں کہ رُوح کی ارتقا جو پاکیزہ اوصاف سے ہی ہو سکتی ہے۔ ضروری ہے۔ اس سے پیشتر کہ میں تم پر یہ واضح کروں کہ رُوح کی ارتقا میں انسان کو کس قدر کس ماحول میں رہ کر حصہ لینا چاہیئے۔ میں یہ بات بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ انسان روح اور مادہ کے حسین امتزاج کا نام ہے۔ مادہ سے مراد جسم ہے اور روح ایک ایسی پاکیزہ اور لطیف چیز ہے جس کو آج تک کوئی نہیں دیکھ سکا۔ ہر ذی روح اس کے وجود کو محسوس کرتا ہے۔ کئی مغربی محققین نے روح کی ہیئت کو معلوم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہے۔۔ بہرحال اس روح کے متعلق اتنا جاننا ضروری ہے کہ یہ وُہی رُوح ہے۔ جس کے متعلق اللہ عزوجل سورہ الحجر میں فرماتا ہے۔ "اور جب وقت تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں کالے سڑے ہوئے کھنکھنے گارے سے ایک بشر کو پیدا کرنے کو ہوں۔ جب میں اس کو بنا چکوں اور اس میں اپنی رُوح پھونک، دوں تو تم اُس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ تمام کے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس کے۔ کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کیا۔ سجدہ کا حکم اس وقت ہی دیا گیا تھا۔ جب مادہ خاکی میں روح داخل کی جا چکی تھی۔ اب اس مادہ کی وقعت کی گئی جو سڑا ہوا کھردرا بد زیب اور کثیف تھا اور یہی مادہ۔ جو پہلے اس قدر حقیر تھا۔ پیکرِ انسانی میں تبدیل ہو کر روح کی معاونت سے افضل ترین ہو گیا اور انسان اشرف المخلوقات کہلایا۔ اس پیکرِ انسانی نے اپنا بلند مقام حاصل کیا۔ توصیف۔ ان حقائق سے معلوم ہو گیا۔ کہ انسان کی ہستی رُوح اور مادہ پر مشتمل ہے۔ اور اپنی اپنی جگہ دونوں اہم ہیں۔ اور اس طرح قدرت کی سیاست کے زیرِ نظر رُوح اور جسم دونوں کی پرورش ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے نور کے مخفی خزانوں کو جب ظاہر کرنا چاہا تو اس اظہار کے لیئے انسانی پیکر ہی مناسب متصور ہوا۔ روح کی پرورش اس وجہ سے بدرجہ اتم ضروری ہے کہ اس کے بغیر مادہ بے معنی چیز ہے۔ مردہ ہے۔ جس کو دفن کر دیا جاتا ہے۔ جسم کی پرورش سے بھی کسی حالت میں مفر نہیں کیا جا سکتا۔ دُنیا کی احتیاج اور جسم کی پرورش مذہب کے زریں اصُول کو بھی بدل دیتی ہے۔ یعنی اگر جسم بیمار ہے تو نماز با جماعت ترک کی جا سکتی ہے۔ اور جسم کی پرورش کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں وعدہ فرماتا ہے۔ کہ اگر اسلامی تعلیمات پر پُورا پورا عمل کیا جائے تو اللہ کریم دنیا اور آخرت میں ہر طرح کامیاب و کامران رکھے گا۔ ہماری تمام ضرورتوں کا کفیل ہوگا۔ روحانی اور مادی طاقتوں کو بڑھائے گا۔ سورہ بقرہ میں مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ دعا مانگنے کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرماتا ہے کہ "اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی خوشحال رکھ اور آخرت میں بھی خوشحال رکھ اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔" اس میں پہلے دنیاوی خوشحالی کی دُعا مانگتے ہیں۔ اور بعد میں آخرت کی خوشحالی کے لیئے۔

سورہ بقرہ میں ہے۔ "وہ وہی تو ہے جس نے تمہارے لیئے دُنیا کی تمام چیزیں پیدا کیں۔ پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور سات آسمان نہایت عمدگی سے ترتیب دیئے اور وہ ہر بات کو جانتا ہے" ہمارے پروردگار نے یہ دنیا ہمارے لیئے پیدا کی اسلام کی تمام تعلیم دُنیا کو ترک کرنے کے سخت خلاف ہے قرآن مجید نے آخرت کی کامیابی کو لفظ فلاح سے تعبیر کیا ہے۔ فلاح کے معنی یہ نہیں کہ مسلمان محض حور و قصور کے حصُول کے زیرِ نظر ایک راہ اختیار کر لیں۔ فلاح کا لفظ نہایت وسیع ہے۔ اور اس کے معنی پوری پوری کامیابی حاصل کرنے کے ہیں۔ اور فلاح دینوی اور آخرت دونوں کی کامیابی پر دلالت کرتی ہے۔ مسلمان دُنیا اور آخرت دونوں پر ایمان رکھتا ہے اور جس طرح حیات بعد الممات کی کامیابی کے لیئے اس طرح کوشاں رہنا کہ اسلامی تعلیمات پر پُورا پورا عمل ہو۔ اسی طرح دنیوی زندگی کو بھی بہتر بنانے کے لیئے جد و جہد ضروری ہے بشرطیکہ اس جد و جہد میں اسلام کی مقرر کردہ راہوں سے گمراہ نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ سورۂ یونس میں فرماتا ہے "جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ اُن کے لئے دُنیا کی زندگی اور آخرت میں بشارت ہے۔ اللہ کی باتوں میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ مؤمنوں کے لیئے بڑی کامیابی ہے"

قرآن ہمارے لیئے بہترین نظام حیات ہے اور اس نظام سے بہتر ہمارے لیئے کوئی اور نظام ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بات ہر طرح قابل یقین بھی ہے۔ کہ انسان کے بنائے ہوئے قواعد میں ضرور کوئی نہ کوئی خامی رہ سکتی ہے۔ لیکن خداتعالےٰ نے اپنے بندوں کے لیئے جو نظام قرآن کریم کی شکل میں اُتارا ہر طرح مکمل ہے۔ جو لوگ اس نظام پر عمل پیرا ہوئے انہوں نے زندگی کی صحیح راہ کو پا لیا۔ اور کامیاب و کامران رہے اور جو کسی اور انسانی دماغ کے تراشے ہوئے قانون پر عمل پیرا ہوا وہ اندھیرے

میں بھٹکتا رہا۔ تمہارے ذہن میں شاید ان بزرگان دین کا تصور ہو۔ جنہوں نے دُنیا ترک کرکے ہر وقت خدا کی یاد میں صرف کر دیا۔ اور اس صف میں ولی قطب اور غوث ہیں۔ تمہارے لئے اتنا جاننا ضروری ہے۔ کہ یہ لوگ ایک عام مسلمان سے کئی درجہ بلند مقام حاصل کر چکے تھے اور ان کی رُوح ارتقا کی اُن منزلوں پر پہنچ چکی تھی۔ جہاں پہنچ کر دُنیا ایسے لوگوں کی غلام ہو جاتی ہے۔ اور وہ دنیا کی ہر چیز کو ہیچ سمجھ کر اس کی طرف توجہ دینا کسر شان سمجھتے ہیں۔ ہم ایسے عام مسلمان کے لئے بہتر یت کی راہ واضح اور سہل ہے۔ جس کا دنیوی تمام تر ذمہ داریوں کو سنبھالتے ہوئے ہم نے احترام کرنا ہے۔ ولی قطب اور غوث کی ظاہری اور باطنی طرز زندگی کو اپنانا ہمارے لئے بہت مشکل ہے۔ بلکہ ایسی بات کہنا بھی چھوٹا مُنہ بڑی بات کے مترادف ہے۔ یہ لوگ ماہر ہیں۔ ہر شخص ماہر نہیں ہو سکتا۔ ایک عام فہم بات ہے۔ ہم نے اپنی دنیوی زندگی قرآن کے بتائے ہوئے اصولوں کے سانچے میں اس طرح ڈھالنی ہے کہ دنیوی تمام تر نعمتوں سے بھی استفادہ حاصل کریں اور آخرت بھی بہتر بنائیں۔ اور دُنیا آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے عمل ضروری ہے۔ اور عمل بھی صالح۔ اللہ تعالےٰ نے ایمان کے ساتھ عملوالصالحات کی لازمی شرط لگا دی ہے۔ دنیا میں اقتدار عظمت اور حکومت ملے گی اور آخرت میں خدا کی وعدہ کردہ کامرانی۔

اللہ تعالےٰ سورۃ النجم میں فرماتا ہے۔ انسان اسی چیز کو بطور اپنے حق کے لے سکتا ہے۔ جس کے لئے وہ کوشش کرے ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

مسلمان اپنے اعلےٰ مقاصد کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہتا ہے۔

توصیف! اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے عمل اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب جسم توانا اور مضبوط ہو۔ لاغر اور ضعیف اعضاء سہل انگاری اور کسل مندی پیدا کرتے ہیں۔ اگر جسم بیمار ہے تو وہ فرض ونماز جو کسی حالت میں بھی چھوڑا نہیں جا سکتا۔ دماغ کے معطل ہونے کی صورت میں ترک کر پڑتا ہے۔ تندرست جسم ہی تبلیغ کے اہم ترین کام کو سر انجام دے سکتا ہے۔ غرض یہ کہ دُنیا میں ہر کام تندرستی کے ساتھ ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے اور جسم کی تمام قوتوں کو بروئے کار لا کر ہم کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ جسم کی پرورش کو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اعتدال ضروری ہے۔ خالی پیٹ شیطان کا قیدخانہ اور بُری طرح بھرا ہُوا پیٹ شیطان کا اکھاڑہ ہے۔

خداوند کریم نے جب یہ دنیا ہمارے لئے پیدا کی ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر تحریر کیا ہے تو ہمیں اس دُنیا کی تمام چیزوں سے استفادہ حاصل کرنے کا حق پہنچتا ہے۔

ابتدائے آفرینش سے دُنیا اپنی تمام ظاہر اور پوشیدہ نعمتوں کے خزانے لئے ہوئے ہمارے لئے موجود ہے۔ لیکن آج کی دنیا میں ہمارے لئے ریل۔ ہوائی جہاز ریڈیو۔ مختلف اقسام کی گیس۔ دھاتیں اور لاکھوں چیزیں ہیں۔ جن کو ہم بطور ضرورت استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ پہلے ان چیزوں کے استعمال سے دنیا نا واقف تھی۔ خداوند تعالےٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنا ہمارے لئے اچھی بات ہے۔ اللہ تعالےٰ تو ہمیں تاکید کرتا ہے کہ جب کسی جگہ سے گزریں تو یونہی گزرتے نہ چلے جائیں بلکہ دُنیا کی ہر چیز پر غور و فکر کریں۔ دنیا کی ہر چیز میں ہمارے لئے بے انداز فائدے پوشیدہ ہیں۔ اگرچہ ہم اب بھی بہت کم جانتے ہیں۔

توصیف۔ دنیا کی تمام چیزوں سے فائدہ اُٹھانا اچھی بات ہے۔ لیکن اپنی تدبیر سے مقصد کی تکمیل پر ہمیں ہرگز یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ سب ہم نے کیا ہے۔ بلکہ ہمارے ہر کام میں خداوند تعالیٰ کا فضل و کرم شامل رہتا ہے۔ اگر یہ تصور ہمارے ذہن میں قائم رہے تو دیگر جملہ اسلامی ضوابط کی پیروی کے ساتھ روح کا ارتقا ممکن ہے اور فلاح کی امید پھولتی پھلتی نظر آتی ہے۔

روحانی ارتقاء معراج انسانیت ضرور ہے۔ لیکن جس نظریہ سے تم نے سوال کیا تھا۔ اس طرح نہیں بلکہ اس دُنیا میں رہ کر تمام قوانین قرآنی کی پیروی کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کی نشوونما کے بعد اور اسی طرح انسانی

بقیہ حضرت سیّد حسین احمد مدنیؒ جامعہ قاسمیہ دارالعلوم دیوبند

صفحہ ۱۶ سے آگے:-

نسبت تلمذ حاصل کی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند نے اپنی مرض الموت کے ایام میں مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ سابق صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند سے مسرت کے لہجہ میں فرمایا کہ

"پہلے میرا یہ خیال تھا کہ اپنی یادگار کوئی ایسی کتاب تصنیف کر جاؤں جو لوگوں کے لئے موجودہ حالات میں رہنما ہو۔ مگر پھر سوچا کہ کوئی ایسی شخصیت تیار کر دوں جو میرے بعد کام سنبھال سکے۔ سو الحمدُ للہ کہ حسین احمدؒ کی شخصیت تیار ہو گئی ہے"۔

اور پچھلے پچاس برس کی تاریخ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ شخصیت اپنے ہر پہلو میں ایک مکمل شخصیت تھی۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ کی زندگی کے بہت سے پہلو ہیں۔ جن پر اگر بالاستیعاب لکھا جائے تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ مگر یہاں مقصود محض ان کی زندگی کی ایک جھلک دکھانا تھی۔ بلا شبہ انکی شخصیت اس دور کے مغتنمات میں سے تھی۔ اور ان کی ذات گرامی دُنیائے اسلام کے لئے سہارا تھی۔ آہ آج وہ سہارا ہم سے چھوٹ گیا اور پوری دُنیائے اسلام ایک روحانی باپ کے سایہ سے محروم ہو گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

دُعا ہے اللہ تعالےٰ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کو اعلےٰ علیین میں اپنے قرب خاص سے نوازے اور ان کی قبر پر انوار و رحمت کی بارشیں برسائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

؎

باتیں ہماری یاد رہیں پھر باتیں ایسی نہ سُنئے گا
باتیں ہماری سُنئے گا تو دیر تلک سر دھنئے گا

بچوں کا صفحہ

از جناب محمد شفیع صاحب عبدالرحمٰن حیدر آباد

اچھا قرض ادا کرنے والا

۱- پیارے بچو! کسی سے کوئی کتاب اُدھار لی جائے - یا کوئی اور چیز بطور قرض لی جائے یا نقد رقم لی جائے تو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ مقررہ وقت سے پہلے واپس کی جائے دینے والوں کے تقاضوں سے نہ خود پریشان ہونا چاہیئے - نہ اس کو پریشان کرنا چاہیئے -

۲- اللہ تعالیٰ اپنے اُس بندے پر خوش ہوتا ہے جو قرض ادا کرنے میں اچھا ہو - حدیث شریف میں ایک مقروض کا سچا قصہ آیا ہے - اس نے دُوسرے شخص سے ایک ہزار اشرفیاں قرض مانگیں - اُس نے گواہ مانگا - قرض مانگنے والے نے کہا کہ "اللہ کی شہادت کافی ہے" اللہ کا نام سُن کر قرض دینے والے نے اس کو سچا سمجھا - ایک ہزار اشرفیاں قرض کے طور پر دے دیں - اور واپسی کی تاریخ مقرر کر لی -

۳- مقروض اشرفیاں لے کر بحری سفر پر روانہ ہو گیا - جب اس نے اپنا کام پُورا کیا - تو جہاز واپسی کے لئے تلاش کیا - تاکہ مقررہ وقت پر واپس جا کر قرض ادا کیا جائے - لیکن جہاز نہ ملا -

اس نیک بخت کو اپنے وعدے کا بڑا خیال تھا - اس نے ایک لکڑی لی - اس کو کھوکھلا کیا - اس میں ایک ہزار اشرفیاں بھریں ایک رقعہ قرض دینے والے کے نام لکھ کر ان اشرفیوں کے ساتھ رکھا - لکڑی کا منہ اچھی طرح بند کیا - پھر اس کو دریا میں بہا دیا -

۴- دریا میں لکڑی بہاتے وقت اُس نے کہا "یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ہزار اشرفیاں قرض مانگی تھیں اور جب اس نے ضمانت طلب کی تھی تو میں نے کہا تھا - کہ اللہ تعالےٰ کی ضمانت کافی ہے وہ تیری شہادت پر رضامند ہو گیا تھا - اور مجھے اشرفیاں دے دی تھیں - اب میں نے جہاز تلاش کیا - میں نے بڑی کوشش کی کہ روپیہ اس کو پہنچا دُوں - لیکن جہاز مجھے نہ ملا - اب میں یہ اشرفیاں تیرے سپرد کرتا ہوں یہ لفظ کہہ کر لکڑی دریا میں بہا دی - خود گھر کو لوٹ گیا - اور جہاز کی جستجو میں لگا رہا کہ قرض پہنچ جائے -

۵- قرضخواہ اچانک ایک روز دریا پر گیا - کہ شاید مقروض کسی جہاز میں آ جائے کوئی جہاز نہ آیا - ادھر ایک لکڑی پر اس کی نظر پڑی - یہ وہی لکڑی تھی جو مقروض نے اشرفیاں ڈال کر دریا میں بہا دی تھی - یہ اسے ایندھن کے لیے گھر لے گیا - کھوکھلی جگہ کو کھولا تو اسے رقعہ اور اشرفیاں ملیں -

۶- کچھ عرصہ کے بعد قرضدار واپس لوٹا - اور ہزار اشرفیاں ساتھ لایا - اور کہا خدا کی قسم میں برابر جہاز کی تلاش میں لگا رہا - کہ تمہارا مال پہنچا دُوں - لیکن اس سے پہلے جہاز نہ مل سکا -

۷- قرضخواہ نے پوچھا - کیا تم نے مجھے کچھ بھیجا تھا ؟ قرضدار نے کہا - ہاں بھیجے - مجھے جہاز نہ مل سکا - میں نے لکڑی میں روپیہ بھر کر دریا میں بہا دیا تھا قرضخواہ نے کہا - "جو نقدی آپ نے لکڑی میں ڈال کر بھیجی تھی - وُہ اللہ تعالےٰ نے تمہاری طرف سے مجھے پہنچا دی"

یہ بات سُن کر قرضدار جو اشرفیاں اپنے ساتھ لایا تھا - وہ واپس لے کر چلا گیا -

پیارے بچو! دونوں کی سچائی کا اندازہ لگا لو - یہ واقعہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے دو اُمتیوں کا ہے - ہمارے اندر بھی ایسے ہی نیک اخلاق ہونے چاہئیں -

اللہ تعالےٰ کا واسطہ دے کر کسی کو دھوکا نہ دینا چاہیئے -

قسم جب ضرورتاً کھانی پڑے تو اللہ کی قسم کھانی چاہیئے - غیر اللہ کی قسم کھانی ہماری شریعت میں ناجائز ہے -

مکتوب گرامی

مکتوب نمبر ۲۴۳ - مورخہ ۲۲ صفر ۱۳۸۷ھ دیوبند -

محترم المقام زاد مجدکم - سلام مسنون -

جریدہ پاکستانی کا نسخہ موصول ہوا - شکریہ قبول فرمایئے - شرک و بدعات کے ہنگاموں اور اندھیروں میں آپ نے احیائے سُنّت کا جو فانوس روشن کیا ہے - اس پر تمام ملت اسلامیہ کی جانب سے آپ شکریہ اور تبریک کے مستحق ہیں - اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ اپنے دین اور احیائے سُنّت کی توفیق نصیب فرمائے آمین - شرک و بدعت کے اس دور میں یہ بہت بڑی اور عظیم الشان خدمت ہے - اس لئے امید ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنے دل میں ذرہ بھی اسلام کا درد رکھتا ہے - آپ کے کام میں کسی بھی طرح تعاون سے حتی الامکان دریغ نہ کرے گا - آپ کے اس پرچے کا دارالعلوم کے دارالمطالعہ میں رہنا بہت ضروری ہے - اس لئے براہ کرم دارالعلوم کے نام پر پاکستانی کو مستقل طور پر جاری کر دیجئے - قیمت کے بارے میں اطلاع موصول ہونے پر پاکستان ہی میں ادا کر دی جائے گی - سابقہ پرچے جو اب تک نکل چکے ہیں بھی روانہ فرما دیجئے - میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نیک عمل میں ترقی عطا فرمائے آمین والسلام

(قاری) محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

جسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۴۲ | قیمت ۴ر
منظور شدہ محکمہ تعلیم { ۱- لاہور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۳۱/۹ مورخہ ۳ر مئی سنہ ۱۹۵۶ء
ایڈیٹر عبد المنان چوہان
۲- پشاور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C. ۲۷۳۰، ۲۴۸۱ مورخہ ۷ر ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
بدل اشتراک سالانہ للعہ ششماہی ۶ر

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا۔